لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

آخری آزمائش

یادرکھیے کہ خداتعالیٰ اپنے کلمۂ توحید کی حفاظت کے لئے ہم مسلمانوں کی اعانت کا محتاج نہیں ہے، بلکہ ہم اس کے فضل کے محتاج ہیں، اس تیرہ سو برس کے اندر اسلام میں کتنی قومیں آئیں اور اپنی اپنی باری سے ..... اسلام کی حفاظت کا فرض ادا کر گئیں۔ اگر اس آخری آزمائش میں بھی ہم پورے نہ اترے، تو کیا عجب ہے کہ قدرت الٰہی اپنے دین مبین کی حفاظت کے لیے دوسروں کو چن لے اور ہم کو اسی طرح اپنے دروازے سے مطرود و مردود کردے جس طرح ہم سے پہلے بہت سی قومیں ہو چکی ہیں۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔ اے لوگو! تم اللہ کے فقیر و سائل ہو اللہ تو تمہاری مدد سے بے نیاز ہے اگر وہ چاہے تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے اور ایک دوسری مخلوق کو پیدا کردے اور اس کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد

۲۵ ستمبر ۱۹۸۷ء — سالانہ چندہ ۲۵ روپے — فی شمارہ ۱/۵۰

Regd No. LW/NP 56

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA. LUCKNOW-226007 (India)

جب خریدیں تب اصلی

نقلی نورانی تیل ہرگز نہ خریدیں

* اگر نورانی تیل کے لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 چھپا ہے تب اصلی ہے
* اگر کیپسول پر ٹریڈ مارک ہے تب مئو کا اصلی نورانی تیل ہے۔

اکثر دوکاندار دو کوڑی والا نقلی نورانی تیل بیچتے ہیں، نقل بنانے والے اپنا صحیح نام پتہ چھپا کر غلط طور سے ہمارا مئوناتھ بھنجن کا پتہ لکھ فراڈ کرتے ہیں اور ہمارے اصلی نورانی تیل اور ٹریڈ مارک کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں، اگر نورانی تیل کے لیبل اور کیپسول پر مذکورہ علامات نہیں ہیں تو بالکل نقلی اور جعلی ہے، ڈرگ انسپکٹر سے اسکی جانچ کرالیں، دوکانداروں کے فریب میں نہ آئیں۔ مذکورہ پہچان دیکھ کر ہمیشہ مئو کا اصلی نورانی تیل خریدیں۔

نورانی تیل — درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی مئوناتھ بھنجن۔ یوپی

شربت نزلہ — کھانسی، زکام نزلہ کے لئے

دماغین

خون صفا

چند مشہور اور پیٹنٹ دوائیں

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

CAFE FIRDOS

بمبئی شہر میں

عمدہ اور لذیذ کھانوں کے لئے

مغلائی، پنجابی، یوپی، اور چائنیز طرز کی ڈشوں کے لئے

کرافورڈ مارکیٹ پر واقع

کافے فردوس

میں ضرور تشریف لائیں

ذائقہ دار اور عمدہ کھانے ہر وقت تیار ملیں گے

پرکیف ماحول، مستعد و چست سروس، خواتین کے لیے علاحدہ انتظام، جزوی ایرکنڈیشن

بمبئی میں

خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور

مٹھائیاں اور حلویات

عمدہ ولذیذ

سلیمانی افلاطون

اس کے علاوہ خصوصی پیش کش ———

ڈرائی فروٹ برفی

• ملک کیک • قلاقند • ملائی • برفی • کوکو ملائی برفی

ہر قسم کے تازہ و خستہ

بسکٹ اور نان خطائیاں

خریدنے کا قابل اعتماد مرکز

سلیمان عثمان مٹھائی والے

مینارہ مسجد کے نیچے ——— بمبئی

فون: 320059

بیکری: ۳۳ محمد علی روڈ، بمبئی ۳

پرنٹر پبلیشر جمیل احمد ندوی نے امیت آفسیٹ پریس، گولہ گنج، لکھنؤ میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات ـــــ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۲۳ | ۲۵ ستمبر ۱۹۸۷ء ـــــ یکم صفر ۱۴۰۸ھ | شمارہ ۲۲

اداریہ

شمس الحق ندوی ـــــــــ

سیلاب و خشک سالی سے زیادہ خطرناک

ہمارے موجودہ دور میں ترقی کا ہر اگلا قدم پچھلے ریکارڈ کو توڑتا جاتا ہے۔ کل انسان بڑی مشکل سے ہل بیل بارش اور کنوئیں کے سہارے غلہ پیدا کرتا اور کھاتا تھا پھر اس نے ترقی کر کے نہریں اور ٹیوب ویل، بجلی اور اچھی اچھی کھادیں ایجاد کر لیں اور خوب غلہ پیدا کرنے لگا لیکن اس ترقی ہی کے تناسب سے بارش کا تناسب کم ہوتا گیا یا اتنا زیادہ کہ کھیتی کھیت ہی میں سڑ گل جانے لگی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر گھر میں محفوظ اشیاء بھی اس کی موجوں کی نذر ہونے لگیں گھر اور گھروں کے مالک بھی سیلاب میں ڈوبنے اور بہنے لگے ایسے کہ نہ فوج کام آتی ہے نہ محافظ دستے۔

ملک کے ۴۰۰ میں سے ۲۵۴ اضلاع قحط سے متاثر ہیں۔ خود راجدھانی والوں کا کہنا ہے کہ دلی کو سو سال سے ایسے گرم اور بے برسات کے موسم باراں گذر جانے سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ کھیت سوکھے پڑے ہیں، فصلیں مرجھائی ہوئی اور کہیں تو جل کر خاک ہو گئی ہیں۔ ٹیوب ویلوں کا پانی نیچے اتر چکا ہے کوئیں خشک ہو رہے ہیں قرآن کریم کے یہ الفاظ:۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ ـــــ (ملک ۳۰)

"کہو بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی (جو تم پیتے اور برتتے ہو) خشک ہو جائے تو (خدا کے سوا) کون ہے جو تمہارے لیے شیریں پانی کا چشمہ بہا لائے" کھلی ہوئی حقیقت بن کر سامنے آگئے ہیں ـــــ دوسری طرف ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ سیلاب کی مصیبت میں گرفتار لوگوں کے گھروں کو لوٹا جا رہا ہے، ملاح سیلاب زدوں کو کشتی میں لے کر چلتے ہیں اور جب پانی کے دھارے میں پہنچتے ہیں تو دس گنا بیس گنا پیسے مانگتے ہیں کہ دینا ہو تو دو ورنہ ابھی کشتی ڈبوتے ہیں۔ سرمایہ داروں اور ذخیرہ اندوزوں کا حال یہ ہو رہا ہے کہ منہ مانگے داموں سودا بیچ رہے ہیں، سرکاری امدادیں جو منظور ہو رہی ہیں کوئی جائزہ لے کر بتائے کہ وہ کتنے ضرورت مندوں تک پہنچ رہی ہیں۔ اور کتنے وہ درندہ صفت انسان ہیں جو ان مصیبت کے ماروں کو بھوک کی بھٹی میں جلتا چھوڑ کر اپنی جھولی بھرنے اور جیب بھاری کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ نقل کر دینا اس بات کو سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ انسانیت زوال و پستی کے کس درجہ کو پہنچ چکی ہے۔

"مرکزی وزیر ٹرانسپورٹ پٹنہ ہوائی اڈہ پر تھے وہاں کھانے کے پیکٹ بنانے کا کام ہو رہا تھا ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ حلوائی کی دکان یہاں کیوں کھلی ہوئی ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سیلاب زدگان کے لیے کھانے کے پیکٹ تیار کیے جا رہے ہیں۔ ہر پیکٹ میں دس پوڑیاں اور آلو کی سبزی ہے، وزیر موصوف نے ایک پیکٹ اٹھا کر کھولا تو اس میں صرف تین پوڑیاں اور چند آلو کے ٹکڑے تھے"۔ ظاہر ہے کہ بل بنے گا دس پوڑیوں کا اور تقسیم ہوں گی صرف تین پوڑیاں، جس کا بہت سیدھا حساب یہ ہے کہ دس لاکھ منظور ہوئے تو ضرورت مندوں کو صرف تین لاکھ ملیں گے۔

آخر انسانی فطرت اتنا مسخ کیوں ہو گئی کن بد اعمالیوں نے انسانوں کو درندہ بنا دیا، سوچئے کہ موسلا دھار بارش اور سیلاب کی غضبناک موجوں نے کھیتوں کو سڑا گلا دیا ہے، گھر زمین بوس ہو گئے، ساز و سامان بہہ گیا یا گھر کے ملبے میں دب گیا یہ مصیبت زدہ لوگ بھوکے پیاسے گدڑی کمبل بے سایہ کیے پڑے ہیں بچے بھوک سے بلک رہے ہیں انہیں دیکھ کر دل بھر آتا ہے مگر کچھ ایسے سنگدل انسان ہیں جو ان کی مصیبت میں ہاتھ تو کیا بٹاتے ان کو تسلی و سہارا تو کیا دیتے ان کو جو کچھ بھیجا جا رہا ہے اس کو بھی ہڑپ کر جاتے ہیں۔

"اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام میں کہا گیا کہ دنیا کی ہر قدرتی تباہی و بربادی ہندوستان کے حصہ میں آئی ہے تو

سلہ نقیب پٹنہ، ۱۷ ستمبر ۱۹۸۷ء سے عزائم ۱۳ اگست ۱۹۸۷ء

نگران اعلیٰ

مولانا ابو العرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی

محمود الازہار ندوی

خط و کتابت کا پتہ:

منیجر "تعمیر حیات"

پوسٹ بکس نمبر ۹۳

ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔ انڈیا۔

زرِ تعاون

سالانہ	: پینتیس ۳۵ روپے
ششماہی	: پچیس ۲۵ روپے
فی پرچہ	: ایک روپیہ ۵۰ پیسے

بیرونِ ملک

بحری ڈاک، ہجملہ ڈاک: ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک	: ۲۰ ڈالر
افریقی ممالک	: ۲۰ ڈالر
یورپ و امریکہ	: ۳۰ ڈالر

نوٹ

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنالیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپکا چندہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پینتیس روپے ارسال فرمائیے یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(صدر شعبہ عربی ادب)

حج میں فسق و جدال کی کوئی گنجائش نہیں

ترجمہ: محمد عزیز ـــــ

حالیہ ایام حج میں حرم شریف کے اندر ہنگامہ پھر اس کے نتیجہ میں کئی سو جانوں کا ضیاع ایک نہایت افسوس ناک واقعہ ہے، جس پر مسلمانوں کی گردنیں شرم و ندامت کے احساس سے جھک جانا چاہیے۔ اس واقعہ سے دشمنان اسلام کو کس قدر مسرت ہوئی ہوگی اس کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے، یہ افسوس ناک حادثہ کیوں کر پیش آیا؟ اس سلسلہ میں متضاد بیانات آئے جس کی بنا پر معاملہ الجھا ہوا محسوس ہوا، لیکن پھر وہاں کے حالات دیکھنے والوں سے واقعاتی صورت حال علم میں آئی اور تصویر دستاویزات کے ذریعہ حاصل کردہ تفصیل سے یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ ایرانی حجاج نے ایک منظم سازش کے تحت ہنگامہ اور مسلح زور دستی کے ذریعہ کوئی سیاسی مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔

جس سے حاجیوں میں سراسیمگی پھیلی اور حج کے حفاظتی دستوں سے ان کی کشمکش ہوئی جس کے نتیجہ میں جنگ و جدال اور بھگدڑ ہوئی، اور سیکڑوں حجاج کچل کر جاں بحق ہو گئے۔

اس سال جو سانحہ پیش آیا وہ دراصل کوئی اچانک واقعہ نہیں گذشتہ کئی سال سے حجاج اپنی کثیر تعداد کے بل بوتے پر اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں، ان کے ہنگامہ آرا مظاہروں سے دیگر ملکوں اور مسلکوں کے زائرین بیت اللہ حیران و سراسیمہ ہوتے تھے اور یہ سلسلہ برابر قائم رہا لیکن بات قتل و قتال تک نہیں پہونچی تھی، لیکن سال رواں انقلاب ایران کے قائدین نے کسی خاص سیاسی منصوبہ کے تحت خصوصی ہدایات دی تھیں جیسا کہ ان کے بیانات سے پتہ چلا ہے، ایرانی قائدین کا منصوبہ ان کی کامیابی پر تو ختم نہ ہوا البتہ حجاج کی ایک خاص تعداد کے جاں بحق ہونے کا باعث بنا، آخر ایرانی کن مقاصد کے حصول کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں؟ اس نوع کے ہنگاموں کے لیے بیت اللہ کا انتخاب کیوں کیا؟ یہ تو وہ جگہ ہے جہاں عاجزی و انکساری اطاعت و فرمانبرداری، دعا و آہ و زاری اور عبادت و بندگی کے سوا دوسرا عمل زیب نہیں دیتا۔

حج خدا کی عبادت ہے، اسلام کا ایک اہم ستون ہے، اور ہر شخص اس سے بخوبی واقف ہے کہ عبادت اپنی ہیئت طبیعت اور ماحول میں دوسرے اعمال سے قطعی مختلف ہے، اس میں تو خشوع و خضوع، ابتہال و انابت سکون و وقار خاکساری و سپردگی، عاجزی و فروتنی کا مظاہرہ ہونا چاہیے، اس کو ہنگامہ پرور ماحول اور میدان جنگ جیسی صورت حال سے کوئی مناسبت نہیں، جو لوگ بیت اللہ کی پرامن و پرسکون فضا کو شور و شغب اور نعرہ بازیوں میں تبدیل کر کے حج جیسی مہتم بالشان عبادت کے تقدس کو پامال کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ اور خدا کے نیک بندوں کی عبادت، دعا و آہ و زاری میں خلل ڈال کر لاکھوں حجاج کرام کی دل آزاری کا سامان کرتے ہیں، دراصل یہ لوگ دیدہ و دانستہ حج کے تقدس کو پامال کرتے ہیں، اس واقعہ کو سن کر کیا یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ حج جیسے انابت و عبادت کے حامل فریضہ کو خراب کرنے کی یہ سازش تھی، کیا ہنگامہ کرنے والے یہ نہیں سمجھتے تھے کہ نعرہ بازیوں اور پرشور سیاسی انداز کے مظاہروں کے تند و تیز عمل سے دیگر حجاج کا سکون کس قدر برباد ہوگا؟ اور ان کی مناسک حج کی ادائیگی کتنی دشوار ہو جائے گی، نہ طواف کرنے والے سکون و اطمینان سے طواف کر سکیں گے اور نہ نماز پڑھنے والے کے اندر خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا ہوگی اور نہ تلاوت کرنے والے یکسوئی سے تلاوت کر سکیں گے۔

ادھر گذشتہ چند برسوں سے دیکھنے میں آ رہا تھا کہ ایرانی حاجیوں کی تعداد میں محسوس اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور وہ لوگ اپنی کثرت تعداد سے سیاسی و فرقہ وارانہ مقاصد جذبات کے اظہار کو عملی جامہ پہناتے تھے جس سے مناسک حج ادا کرنے کی راہ میں رکاوٹ پڑتی تھی، وہ جلوس نکالتے، شور و ہنگامہ کرتے، نعرے لگاتے اور اس بات کا بالکل خیال نہ کرتے کہ ان باتوں کا حج اور عبادت سے دور کا بھی واسطہ نہیں، یہ وہ باتیں ہیں جن سے دراصل حرم کے تقدس کی توہین ہوتی ہے، قرآن مجید میں حرم کے اندر ظلم و زیادتی اختیار کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔

وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ

"جو شخص حرم شریف میں ظلم کے طور پر کوئی خلاف دین کام قصداً کرے گا تو ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے"

اور اللہ تعالیٰ نے صاف طریقے سے واضح فرما دیا کہ حج کے درمیان بیہودہ اور بری باتیں کرنے اور جھگڑا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، فرمایا "فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ"۔ لیکن افسوس ہے کہ ایرانیوں نے محض سیاسی مقاصد اور گروہی مفاد کے تحت خدا کے ان احکام کو پس پشت ڈال دیا، ایرانی جماعت کا طریقہ و مسلک صالحین امت و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں بے ہودہ الفاظ استعمال کرنے کا رہا ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں رکیک جملے استعمال کرتے رہتے ہیں اور ان کے سلسلے میں مذموم ارادے رکھتے ہیں۔

حرم میں ہنگامہ برپا ہونے سے دنیا کے مختلف خطوں سے آنے والے خدا کے مہمانوں کی دل آزاری ہوئی، اس سے بڑھ کر مذموم حرکت کیا ہو سکتی ہے کہ وہ مقام جہاں پر سید الانبیاء مدفون ہوں ہاں کی پرسکون فضا شور و غوغا میں تبدیل کر دی جائے، جب کہ قرآن بانگ دہل یہ تاکید کر دیا ہے:۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ"

"اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور تم ان سے اس طرح زور سے نہ بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک کے لیے زور سے بولتے ہو۔"

سال بسال مختلف ممالک سے آنے والے زائرین بیت اللہ گنبد رسول ایرانی حجاج کا یہ ڈھنگ دیکھتے رہے ہیں کہ اپنی کثرت تعداد کے ذریعہ مظاہروں کے علاوہ غیر شیعہ حجاج کو اذیت پہنچانے والے طریقوں کو بھی اپنایا جاتا رہا ہے مطاف میں ایسی چیزوں کا ڈال دینا جو طواف کرنے والوں کے پیروں کو چبھیں اور انھیں زخمی کر دیں۔ ان واقعات میں رہا ہے۔ جس کی خبریں کئی سال سے حج کر کے آنے والے حجاج بتاتے رہے ہیں، لیکن یہ واقعہ پہلی بار پیش آیا کہ کھلے طریقے سے پرتشدد انداز میں ہنگامہ و مظاہرہ کیا گیا۔

اور یہ مزید افسوس کی بات ہے کہ مظاہروں اور نعرہ بازیوں کی یہ حرکتیں اور پھر تازہ پرتشدد ہنگامہ ان لوگوں کے نمائندوں اور فرستادہ لوگوں کی طرف سے ہوا، جو علانیہ اپنے آپ کو اسلام کا داعی کہتے ہیں، اور زندگی کے ہر شعبے میں اسلام کو جاری و ساری کرنے کے دعویدار ہیں۔

کیا آیت اللہ خمینی اور ایرانی انقلاب کے دوسرے افراد یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس طریقہ کو اپنا کر اسلام کا نظام نافذ کر سکیں گے؟ کیا یہ نظام بے گناہ مسلمانوں کے روندے ہوئے جسموں اور مجروح جانوں پر قائم کیا جائے گا۔

ایرانی انقلاب نمائندوں نے اپنے اس نامناسب اور غیر عاقلانہ اقدام سے نہ صرف اپنے کو اور نہ صرف اپنے انقلاب کو بلکہ اپنے ملک و قوم کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے، اس کے بعد یہ نعرے بالکل پروپیگنڈہ بن جاتے ہیں کہ "لا شرقية ولا غربية ثورة ثورة اسلامية"، نہ مشرقی ہے نہ مغربی ہے، بلکہ یہ انقلاب اسلامی انقلاب ہے۔ پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے کہ یہ کون سا انقلاب ہے؟ اور کس کے خلاف ہے؟ اس انقلاب کا نشانہ کون لوگ ہیں؟ کیا حجاج کرام؟ مناسک حج؟ یا حرمین شریفین؟ کیا اسلامی انقلاب ایسا ہی ہوتا ہے؟ پرامن حاجیوں کے اندر انتشار و بدامنی پیدا کر کے حاصل کیا ہے؟

بقیہ صـ ۱۳ پر

ایسا کیوں ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے مذکورہ بالا واقعہ جو سنگڑوں کے ہزاروں واقعات میں سے ایک ہے۔ کافی ہے ظلم و جور، بے حیائی و بد اخلاقی، دولت کی پوجا، انسانی حقوق کی پامالی، چوری و سینہ زوری کا یہی انجام ہوتا ہے دل پتھر ہو جاتے ہیں، انسانیت و ہمدردی و محبت و خلوص کا ایک ایک قطرہ نچڑ کر ختم ہو جاتا ہے۔

کیا موجودہ حالات جس سے اس وقت ہم دوچار ہیں اس بات کا بین ثبوت نہیں کہ ایک ایسی زبردست ذات موجود ہے جو ساری کائنات کو محیط ہے اور اس کو اس پر پورا کنٹرول ہے جہاں اور جس وقت چاہے اس میں تبدیلی لاتی ہے۔

اس وقت کی خشک سالی اور سیلاب کی آفت اتنی خطرناک نہیں جتنا ہماری مجرمانہ غفلت کہ اس خوفناک صورتحال کے باوجود اس کائنات کو بنانے اور سجانے والے کی طرف رجوع کی کیفیت نہیں پیدا کی جارہی بلکہ اونچے بول بولے جارہے ہیں۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ اتنے کروڑ روپیوں سے قدرت کا مقابلہ کیا جائے گا۔

اسی بہار میں جو اس وقت سیلاب کی مصیبت میں ہے ایک وزیر باتدبیر نے کسی باندھ کا افتتاح کرتے ہوئے کہا تھا "قدرت کی بے اصولیوں کو برداشت نہیں کیا جائے گا" آج کوئی بہار کے باشندوں سے پوچھے کہ جس باندھ پر یہ فرعونی بول بولا گیا تھا اس نے اہل بہار کو کس حال میں پہنچا دیا ہے۔

کبھی گیس کا حادثہ، کبھی سمندری طوفان اور زلزلہ، کہیں سوکھا کہیں سیلاب یہ کون کر رہا ہے۔ آج کی جدید ترقیات کے نشہ میں چور انسان اس پر کیوں نہیں غور کرتا، اس کی ٹوہ اور تلاش میں کیوں نہیں لگتا، ان کھلی ہوئی حقیقتوں کے بعد بھی اس کو کیوں نہیں پہچانتا۔ سیلاب و خشک سالی کی آفت اتنی خطرناک نہیں جتنا ہماری مجرمانہ غفلت کہ اس خوفناک صورت حال کے باوجود رجوع و انابت اور خوف خدا کی کیفیت نہیں پیدا ہو رہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ ذرا ہوا تیز ہوئی اور آپ گھبرا کر مسجد تشریف لے جاتے اپنے رب سے دعا و استغفار کرتے کہ کہیں عذاب نہ آرہا ہو۔

جہاں اس وقت ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کریں ان کے ساتھ ہمدردی و محبت کا معاملہ کریں وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ اوپر والے سے مدد مانگیں کہ اس کی مدد کے بغیر ہماری زندگی کی کوئی کل درست نہیں ہو سکتی، وہ کیا اور کب تک مدد کر سکتا ہے جس کے ذخیرے ختم ہونے والے ہیں۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ "تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو خدا کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے"

یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آج جو مدد کرنے کی پوزیشن میں ہیں اگر یہی حالات برقرار رہیں تو خود ان کی جانوں کے لالے پڑ جائیں گے۔

سیلاب و خشک سالی سے زیادہ فکر و تشویش کی بات یہ ہے کہ انسان اس وقت خدا فراموش ہو گیا ہے۔ اس نے خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا کچھ چیزیں ایجاد کیں اس پر یہ نشہ طاری ہو گیا کہ یہ سب اس کی اپنی صلاحیت کا نتیجہ ہیں اس کی اس خود فریبی اور خدا فراموشی کے نتیجہ میں زمین و آسمان کے تیور بدل گئے ہیں۔

ہمارے سائنس والوں کا کہنا ہے کہ پانی سمندر سے بھاپ بن کر اٹھتا ہے اور پہاڑوں سے ٹکرا کر ٹھنڈا ہو کر برس جاتا ہے، کیا اس وقت ایسا نہیں ہو رہا ہے کہ کئی کئی دن بادل گھرے رہتے اور بے برسے چلے جاتے ہیں اور کہیں اس طرح ٹوٹ کر برستے ہیں کہ دنیا ڈوبنے لگتی ہے۔

یہ خشک سالی اور سیلاب خدائی تنبیہ ہے جو انسان کو ہوشیار و متنبہ کر رہی ہے کہ اس کو پہچان لو اس کی طرف جھک جاؤ جس کی اس کائنات پر فرمانروائی ہے۔ خدا کے پیغمبر اور رسول انسانوں کو یہی بتانے کے لیے آتے ہیں۔ ★★

لکھنؤ، دہلی اور دیوبند کے مکتبوں میں دستیاب

ایرانیوں نے کعبۃ اللہ کا محاصرہ کر لیا

اور

سعودی پولیس والے کا سر قلم کر دیا تھا

گڑبڑ تین اور ساڑھے تین بجے کے درمیان اس وقت شروع ہوئی جبکہ تقریباً ۲۵ ہزار ایرانیوں کا ایک ہجوم مسجد حرام کے قریب جمع ہو گیا۔ ان کی قیادت انقلابی پاسداران اور چند ایرانی وزراء کر رہے تھے انھوں نے مسجد کا محاصرہ کر لیا۔ یہ ایرانی اپنے انقلابی رہنما خمینی کی تصویریں، پرچم اور بینرس کے علاوہ کچھ تیلے بھی اٹھائے ہوئے تھے اور سیاسی نعرے لگا رہے تھے۔ جن امریکہ روس اور اسرائیل کے خلاف نعرے شامل تھے۔ عینی شاہدین کے مطابق محاصرہ کرنے والے ان ایرانیوں اور سعودی پولیس کے درمیان بالکل تھوڑا سا فاصلہ تھا جس میں ایرانی صرف عورتوں کو گذرنے کا موقع دے رہے تھے۔ اس وقت مسجد حرام کے اندر خانہ کعبہ کے اطراف تقریباً تین لاکھ عازمین حج تھے، اکثر طواف کر رہے تھے۔ لوگوں کا خیال ہے اور خود سعودی حکومت کا یہ کہنا ہے کہ ایرانی مسجد کے اندر جاری تقریب میں مداخلت کرتے اور آیت اللہ خمینی کو عالم اسلام کا قائد قرار دینے کے اپنے اصل مقصد کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس وقت اندر جاری اجتماع کی اہمیت یہ کہ یہ تھی کہ وہ دنیا کے کئی اسلامی ممالک کے ٹیلی ویژن پر براہ راست ٹیلی کاسٹ کی جا رہی تھی اور کروڑہا مسلمان اس کا مشاہدہ کر رہے تھے صاف ظاہر تھا کہ ایرانی اس موقع کا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ خمینی کو تمام مسلمانان عالم کا قائد قرار دینے کے ساتھ ساتھ یہ ایرانی کعبۃ اللہ پر قبضہ کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن ایرانی اندر جانے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے، کیونکہ مسجد کے تمام بڑے پھاٹک کو بند کر دیا گیا تھا اور اسی بنا پر مسجد کے اندر موجود عازمین حج باہر نہیں نکل پا رہے تھے۔ شام تک صورت حال اور خراب ہو گئی جبکہ اندر موجود عازمین حج کی بے چینی بڑھ گئی۔ اور وہ باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس کے بعد انہوں نے ایرانیوں سے کہا کہ وہ کم از کم بوڑھوں اور بیماروں کو باہر نکلنے دیں۔ لیکن ایرانیوں نے اس کی بھی اجازت نہیں دی۔ اس کے نتیجہ میں ایرانیوں اور دوسری قومیت کے عازمین حج کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی۔ ایک سعودی باشندے نے جو وہاں موجود تھا بتایا کہ:۔

"ایرانیوں کے لیڈروں نے اپنے حامیوں کو لڑنے کا حکم دیا جنھوں نے وہ لاٹھیاں استعمال کرنی شروع کر دیں جو وہ پرچموں اور بینروں میں لگا کر لائے تھے اور اس میں میخیں بھی تھیں۔ اس عینی شاہد نے کہا کہ:۔ "پانچ منٹ کے اندر اندر ہر طرف خون ہی خون نظر آنے لگا، اس دوران چند ایرانی مسجد کی چھت پر پہنچ گئے، جہاں انھوں نے خمینی کی تصویریں نصب کر دیں اور انھیں اسلام کا سچا رہنما قرار دیا اور سنی مسلمانوں کی مقدس ہستیوں کی توہین کرنے لگے۔ کچھ دوسرے ایرانیوں نے بلند ستونوں پر چڑھ کر دوسرے عازمین حج پر پتھراؤ شروع کر دیا۔

سر قلم کر دیا گیا

یہ لڑائی تقریباً ڈھائی گھنٹے تک چلتی رہی پولیس کو جو تین قطاروں میں کھڑی ہوئی تھی۔ حکم دیا گیا کہ وہ ہرگز فائرنگ نہ کرے۔ چنانچہ پولیس نے ایرانیوں کو ہاتھوں سے پیچھے ڈھکیلنے کی کوشش کی اور کچھ ایرانی بھاگ کھڑے ہوئے اور بھگدڑ مچ گئی جس میں خواتین کچل گئیں۔ ایرانیوں نے پلٹ کر سعودی پولیس پر حملہ کیا اور ساٹھ کاروں، موٹر سائیکلوں اور عمارتوں کو آگ لگا دی وہ پولیس والوں کی پہلی قطار توڑ کر آگے بڑھنے میں کامیاب ہو گئے اس طرح انھوں پولیس کی دوسری قطار کو بھی توڑ ڈالا اور اب ان کے اور مسجد حرام کے دروازوں کے درمیان صرف ایک قطار تھی۔ شام پانچ بجے تک حالات اور بھی زیادہ ابتر ہو گئے تھے اور پھر ایرانیوں نے پولیس والوں کی تیسری قطار پر بھی حملہ کر دیا اور ایک سعودی پولیس والے کا سر قلم کر دیا گیا اور اس کے جسم کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

(بشکریہ سالار)

مسلمان کی اصل طاقت و قیمت ایمان و ضمیر ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ

حمد و صلوٰۃ کے بعد!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (الانفال-۲۹)

مومنو! اگر تم خدا سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لیے امر فارق پیدا کر دے گا (یعنی تم کو ممتاز کر دے گا) اور تمہارے گناہ مٹا دے گا۔ اور تمہیں بخش دے گا اور خدا بڑے فضل والا ہے۔

بھائیو اور دوستو! آپ حضرات جانتے ہیں کہ مسلمان کی دو حیثیتیں ہیں، ایک حیثیت عام انسان کی ہے، جس قانون اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے ضابطہ کے مطابق سب انسان دنیا میں آتے ہیں، وہ بھی دنیا میں آیا ہے، وہی اعضائے انسانی، وہی جسم اور جسم کے تقاضے، جسم کی کمزوریاں، جسم کی بیماریاں لے کر کے آیا ہے، جو انسانوں میں مشترک ہیں قانون فطرت اس کے ساتھ بھی لگا ہوا ہے، وہ بچہ سے جوان ہوگا، جوان سے بوڑھا ہوگا پھر ایک وقت عمر طبعی کو پہنچنے کے بعد (اگر اللہ کو منظور ہوا) اس کا آخر وقت بھی آئے گا، اور وہ کیسا ہی عبادت گذار، خدا ترس، کیسا ہی زبردست عالم، فاضل ہو، مصنف ہو، مفکر ہو فلسفی ہو، دانشور ہو، شیخ طریقت ہو، صاحب کشف و کرامات ہو، اس کو دنیا سے جانا ہے۔ "إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ" اللہ تعالیٰ نے یہ صاف فرمایا ہے تو پھر مسلمان کا استثناء کیسے ہو سکتا ہے۔

مسلمان کے دو وجود

ایک وجود مسلمان کا انسانی وجود ہے، فطری وجود ہے، جسمانی وجود ہے، اس کے لحاظ سے وہ عام انسانوں کی طرح ہے۔ اس کو کھانے کی بھی ضرورت ہے، کمانے کی بھی ضرورت ہے، کھانے کے لیے کمانے کی ضرورت ہے، کمانے کے لیے کھانے کی ضرورت ہے، سونے کی صحت کا خیال رکھنے کی، حفظان صحت کے اصولوں پر چلنے کی ضرورت ہے، بیمار ہو جائے تو دوا علاج کی ضرورت ہے کمزور ہو جائے تو اچھی غذا اور طاقت ور دواؤں کی ضرورت ہے، سردی میں سردی کا لباس پہننے کی ضرورت ہے، گرمی میں گرمی کا لباس رکھنے کی ضرورت، مکان کی ضرورت اور سیکڑوں ضرورتیں ہیں جو اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں، یہ اس کا انسانی وجود ہے اس میں وہ قانون قدرت کے ماتحت ہے اسی طرح سے وہ قانون قدرت کا غلام ہے جیسے دنیا کے تمام انسانی وجود، اور نوع انسانی کے تمام افراد، آدمؑ کی ساری اولاد ہے، کوئی استثناء اس میں نہیں ہے، یہاں تک کہ خدا کے پیغمبر بھی کھاتے پیتے تھے، اور یہ طعنہ دیا گیا تھا، مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ "(یہ کیسا رسول ہے کھاتا پیتا ہے اور بازار میں چلتا پھرتا ہے) اس لحاظ سے مسلمان میں کوئی ایسی غیر معمولی طاقت اور کوئی ایسا امتیاز نہیں ہے کہ دنیا میں دوسرے ذلت کے ساتھ رہیں اور وہ عزت کے ساتھ رہے، دوسرے ناکام ہوں اور وہ ہمیشہ کامیاب ہو، دوسرے مفتوح ہیں اور وہ ان سب کا فاتح ہو، دوسرے محکوم ہوں وہ ان کا حاکم ہو، اور زمین، آسمان اور کائنات ساری اس کی سکارادے اور منشا کا احترام کرے، اس کے لیے راستہ صاف کرے سمندر اس کے لیے پایاب ہو جائیں، دریاؤں میں اسے راستہ اس کے لیے نکال دیا جائے، پہاڑ اس کا راستہ روکنے سے ہٹ جائیں، اس مسلمان کے (جیسا ہمارے یہاں کہتے ہیں) کچھ سرخاب کے پر نہیں لگے ہیں، قانون قدرت اس پر ویسے ہی جاری و ساری ہوگا، جیسے تمام انسانوں، وجودوں اور تمام انسانی اجسام پر جاری ہوتا ہے۔ غلطی کرے گا سزا پائے گا، بد پرہیزی کرے گا بیمار ہو جائے گا، کمزوری دکھائے گا مار کھائے گا، آنکھ جھپکے گی پٹ جائے گا ہاتھ پاؤں نہیں چلائے گا، محنت نہیں کرے گا تو بھوکوں مرنے لگے گا اس میں اس کے اور انسانی کنبہ کے دوسرے افراد میں کوئی فرق نہیں۔

لیکن ایک دوسری حیثیت ہے، وہ حیثیت اگر اس کے ساتھ قائم ہو جائے گی تو پھر وہ انسان رہتے ہوئے بھی کچھ اور چیز بن جاتا ہے پھر اس کا معاملہ براہ راست اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو جاتا ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر بن جاتا ہے، اس کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے قانون کو جو ہزاروں لاکھوں برس سے چلے آرہے ہیں۔ بعض اوقات معطل بعض اوقات مؤخر کر دیتا ہے اور اس کو غالب کرتا ہے، اس کو عزت دیتا ہے، اس کو فتح عطا کرتا ہے، اس کو نیک نامی بخشتا ہے، اس کو فاتح اور منصور بناتا ہے یہ حیثیت ارادی اور اضافی ہے، یعنی اس کے لیے فیصلہ اور اضافہ کی ضرورت ہے، کوئی اپنے ساتھ لے کر نہیں آتا اس کو ماں کے پیٹ سے، جہاں سے جسمانی اعضا لایا ہے، ایسے ہی ایمان اور شریعت کی پابندی کا بھی لایا ہے، اس کو کسی ارادہ کی، فیصلہ کی ضرورت نہیں وہ تو اس کے ساتھ گویا جسم کا ایک حصہ ہے، اب اسے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، یہ بھی ایک موروثی اور پیدائشی چیز ہے، ایسا نہیں ہے۔

ٹارچ کی قیمت اس کے سیلوں سے ہے

اس کی موٹی مثال میں آپ کو دیتا ہوں، یہ ٹارچ ہے، اس میں سیلز رکھے جاتے ہیں، اگر قسمت سے سیلز رکھے گئے اور مسالہ بھر دیا گیا تو اس ٹارچ میں اور اس ٹارچ میں کہ خالی ہے، زمین و آسمان کا فرق ہوگا یہ ٹارچ کہلائے گی یہ اندھیرے میں اجالا کر دے گی، روشنی کا ایک تیز دھارا اس میں نکلے گا، یہ ہاتھ میں ہوگی تو آدمی ٹھوکر کھانے سے بچے گا دیوار سے ٹکرا جانے سے بچے گا، کسی سوتے ہوئے بچہ پر پاؤں رکھ کر چلے جانے سے بچے گا، اور معلوم ہوگا کہ اس کے ساتھ ایک بڑی طاقت ہے

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ۔ (الانعام-۱۲۲)

بھلا جو پہلے، مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے روشنی کر دی جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، کہیں اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیرے میں پڑا ہوا ہو، اس سے نکل ہی نہ سکے؟

اللہ تعالیٰ نے دیسے کوئی بیچ کر کے بتاتا ہے) بیچ کر کے بتایا ہے، اور دو اور دو چار اس طریقہ سے سمجھایا ہے، بھلا وہ جو مردہ تھا "أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ" ہم نے اس کو زندہ کیا اور اتنا ہی نہیں "وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ" ہم نے اس کو ایک روشنی عطا کی جس کے سہارے سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے "كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا" کیا وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے کہ جو اندھیروں میں بھٹکتا پھرتا ہے، نکلنے کا اس کو کوئی راستہ ہی نہیں ملتا۔

مسلمان پر بھی فطری و اخلاقی قانون نافذ ہے

مسلمان بحیثیت انسان کے عام انسانوں کی طرح ہے، اس کی کوئی حمایت نہیں ہے، کوئی ٹھیکہ نہیں ہے، خدا کی طرف سے کوئی ذمہ نہیں ہے کہ وہ غلطی کرے جب بھی ٹھیک، اس کی چت بھی چت اور پٹ بھی چت، خدا کے یہاں اندھا قانون نہیں ہے، جیسے انسانوں کے یہاں کہا جاتا ہے کہ برہمن کے یہاں پیدا ہو گیا تو برہمن ہے، کوئی اس کو شرف و عزت سے محروم نہیں کر سکتا، وہ الٹا کرے تو سیدھا اور سیدھا کرے تو سیدھا، بس اس کلمہ بات برہمن کی بات ہے، برہمن کی بات ہی اور ہوتی ہے یا سیدوں کا شیوخ کا نام بھی لے سکتا ہوں، آپ سید صاحب ہیں یا سید کے گھر پیدا ہوئے ہیں، اب ان کے سر خون معاف ہیں، اب یہ جو چاہیں کریں

ظلم کریں تو ظلم نہیں، جرم کریں تو جرم نہیں غلطی کریں تو غلطی نہیں، دو دو چار کہنے کے بجائے پانچ کہیں تو ماننا چاہیے اس لیے کہ سید صاحب نے کہا ہے کہ دو دو مل کر پانچ ہوتے ہیں، یہ کسی معمولی آدمی نے نہیں کہا، ان کے اندر سارے اخلاق رذیلہ پائے جائیں، ان کے اندر قساوت ہو، سنگدلی، ظلم کا مادہ ہو، کوئی حرج نہیں، میں سب پر ایک حکم نہیں لگاتا، میں یہ کہتا ہوں کہ یہ تصور جو کسی اونچے خاندان میں پیدا ہو جائے تو پھر وہ دنیا سے الگ ہے، اور اس پر خدا کا قانون اور عقل کا قانون نہیں چلتا، وہ قانون سے بالاتر ہے، جیسے شاہانِ ایران جن کے یہاں سیکڑوں برس سے موروثی سلطنت چلی آرہی تھی، کیانی خاندان تھا، ساسانی خاندان تھا، رومن ایمپائر کے جو تاجدار ہوا کرتے تھے، وہ ماں کے پیٹ سے شہزادے ہی ہو کر پیدا ہوا کرتے تھے۔

اسلام کا معاملہ، اور خدا کے دین کا معاملہ یہ نہیں ہے، ایمان اور تقویٰ ایک ارادی و اضافی چیز ہے جو بالارادہ ہوتا ہے اور اس کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

پاور ہاؤس سے کنکشن ضروری ہے

دیکھیے یہ بلب ہے، یہ وائرنگ ہے، وائرنگ بالکل صحیح ہے، لیکن اس کا پاور ہاؤس سے کنکشن نہیں ہے، اور وہ کرنٹ اس میں نہیں آتا تو اگر اس کی وائرنگ آپ ریشم کی کریں، اور سونے کے تار لگائیں لیکن کنکشن نہیں ہے، بجلی کی رو اس میں نہیں آرہی ہے تو سب بے کار ہے، نہ روشنی ہے، نہ کوئی فائدہ ہے، معاملہ ٹارچ میں سیلز اور مسالہ رکھنے کا ہے، یہ مسالہ بارگاہِ نبوت سے ملتا ہے، اس کے لیے ایک ہی جگہ، ایک ہی ٹھکانہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اب وہ سیلز اور کہیں نہیں مل سکتے، نہ امریکا میں نہ روس میں نہ دنیا کے کسی کارخانہ میں، وہ ایمانی سیلز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں، وہ اگر آپ ٹارچ میں رکھتے ہیں، فٹ کر دیتے ہیں، تو ذرا سا بٹن دبائیے ذرا سا ہاتھ کا اشارہ کیجیے اور روشنی کی ایک تیز رو نکلے گی، جس سے آپ کو بھی راستہ نظر آئے گا، دوسروں کو بھی راستہ نظر آئے گا اور اس کی یہی قیمت ہے یہی اسلام کی شان ہے کہ جب وہ سیلز بھر دیے جاتے ہیں، تو صرف اس مسافر ہی کو جس کے ہاتھ میں وہ ہے جو اس کا مالک ہے، اسی کو راستہ نظر نہیں آئے گا بلکہ بیسیوں جو بالکل اندھوں کی طرح راستہ چل رہے تھے، ان کو بھی راستہ نظر آنے لگے گا، یہ مسلمان کی شان۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (الانفال ۲۹)

اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈروگے اور اس سے شرم کروگے اس کا لحاظ کروگے اور اس کے احکام کا احترام کروگے، اس کی شریعت کو قبول کروگے، اس پر چلنے کا فیصلہ کروگے اس پر عمل کرنا شروع کروگے، تو وہ تمہارے لیے امرِ فارق پیدا کر دے گا (یعنی تم کو ممتاز کر دے گا)

مابہ الامتیاز صفت

فرمایا "یجعل لکم فرقانا" اللہ تم کو ایک مابہ الامتیاز چیز عطا کرے گا، تمہاری سطح ایک دم سے بلند ہو جائیگی، تم اس پستی سے، ماحول کی خرابی سے نکل جاؤگے، جب انسان اپنے کو اللہ کی روشنی سے محروم کر لیتا ہے، تو پھر اس کا کیا حال ہوتا ہے، وہ اس ٹارچ کی طرح ہو جاتا ہے جس کے سیلز ختم ہو چکے، یا اس میں رکھے ہی نہیں گئے، اب اس سے تو یہ لکڑی ہی اچھی کہ اس سے ہم کتے کو مار سکتے ہیں، اس سے اپنا دفاع کر سکتے ہیں اپنی حفاظت کر سکتے ہیں، اس ٹارچ سے تو کام بھی نہیں کر سکتے، ٹارچ کی ساری قیمت انھی سیلز کی ہے اس کو نکال لیجیے تو اس سے لاٹھی اچھی بندوق کے اندر کارتوس ہے تو وہ بندوق بندوق ہے، اس کی بڑی قیمت ہے، آپ شیر کا شکار کر سکتے ہیں، لیکن اگر اس کے اندر کارتوس نہیں رکھا جا سکتا، یا کارتوس ہی خالی ہے، تو اس سے لاٹھی اچھی جب مسلمان کے سیلز ختم ہو جائیں، جب اس کے اندر سیلز رکھے ہی نہ جائیں یا وہ اپنی ناقدری سے کفرانِ نعمت سے ان سیلز کو بیکار کر دے تو پھر مسلمان میں اور غیر مسلم میں کیا فرق؟ پھر تو وہ غیر مسلم جو اس سے زیادہ مضبوط ہے اچھا ہے، اس سے زیادہ پیسے والا ہے، وہ اچھا ہے، اس سے بڑی کوٹھی رکھنے والا ہے، وہ اچھا ہے جس کی موٹر اس سے اچھی ہے وہ اچھا، اور بعض اوقات تو ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کے گھر کا کتا بھی اس سے اچھا کھاتا ہو، جیسے بہت سے انگریزوں کے یہاں کتے پلے ہوئے ہوتے ہیں جن کو وہ ملتا ہے، جو اچھے اچھے انسانوں کو نہیں ملتا، بات صرف ہاتھ پاؤں، کان، ناک، آنکھ کی اور صورت شکل کی، اور انسان کے نام کی نہیں جس میں جسمانی طاقت زیادہ ہوگی، وہ اس سے بڑا، جس کے پاس پیسے زیادہ ہوں گے وہ اس سے بڑھا، اور جس کے پاس اونچی کوٹھی ہوگی وہ اس سے بڑھا پھر تو سارا معاملہ اس پر آگیا کہ کس کے پاس پیسے زیادہ ہیں، کس کے پاس طاقت زیادہ ہے۔

مسلمانوں کی اصل طاقت

ہم مسلمانوں کی جو اصل خصوصیت، ہمارا مابہ الامتیاز، ہمارا سرمایہ، ہمارا فخر ہماری طاقت ہے وہ سیلز تھے، جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے یہاں سے لے کر آئے ہیں، اور انسانوں کے دماغ اور انسانوں کے دل کے اندر رکھے، دماغ میں بھی سیلز رکھے ہیں، اور دل میں بھی، ایمان کا کچھ تعلق انسان کے ضمیر اور قلب سے، کچھ انسان کے دماغ اور فکر سے ہے، اس سے خاص طرح کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں، خاص طرح کا طرزِ عمل، زندگی کا رویہ اور مسلک پیدا ہوتا ہے، خاص طرح کے برتاؤ کرنے کا طریقہ آتا ہے، خالق کی معرفت ہوتی ہے، مخلوق سے محبت ہوتی، خدا کا خوف ہوتا ہے، بندوں کی شرم ہوتی ہے، اللہ کا ڈر، اور اس کی محبت ہوتی ہے، اور انسانوں کے ساتھ ہمدردی ہوتی ہے، غریبوں پر آدمی رحم کھاتا ہے، بے ایمانی سے بچتا ہے۔ چوری سے پناہ مانگتا ہے، اس کو جرائم سے، ظلم سے گھن آتی ہے، بالکل سیرت ہی بدل جاتی ہے، یہ کس کا کرشمہ ہے یہ ان سیلز کا کرشمہ ہے۔

معنوی خودکشی

مسلمان اپنے کو ان سیلز سے محروم کر دے تو یہ معنوی خودکشی ہے، جیسے کوئی زہر کھا کر مر جائے، یا کوئی گلے میں پھندا ڈال کر اپنا گلا گھونٹ لے، مسلمان ہے لیکن اس کے اندر ایمان کے وہ سیلز نہیں ہیں، عقیدہ کے وہ سیلز نہیں ہیں وہ "فرقان" نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

مومنو! اگر تم خدا سے ڈروگے تو وہ تمہارے لیے امرِ فارق پیدا کر دے گا

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرنے لگوگے اور احتیاط کی زندگی گذاروگے، آپ کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کروگے، ادھر چلو، ادھر مت چلو، اس راستہ چلو، اس راستہ نہ چلو، اس لکیر کو نہ چھوڑو، یہ سرحد پار نہ ہونے پائے، اس کا نام تقویٰ ہے، تقویٰ کے معنی بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو نماز ہی پڑھتا چلا جائے، رات کو پلک سے پلک نہ لگے، اس کو لوگ متقی کہتے ہیں، تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ جن چیزوں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے، اس سے بچیں، اس کے تصور سے خیال بھی آجائے تو خدا کی پناہ مانگیں، اور جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کی پابندی کریں، ہفت اقلیم کی سلطنت مسلمانوں کو مل جائے، ان کے قدموں پر بادشاہوں کے تاج رکھ دیے جائیں اور قارون کا خزانہ ان کو مل جائے، لیکن ان کے اندر وہ سیلز نہ ہوں، نبوت کی لائی ہوئی روشنی نہ ہو، وہ فرقان نہ ہو، جو اللہ تعالیٰ دین پر چلنے والوں کو عطا کرتا ہے، تو دو کوڑی کی قیمت نہیں، مسئلہ بہت صاف اور بہت ہی واضح ہے، میں کوئی پہیلی نہیں بجھا رہا ہوں، ہماری آپ کی ساری طاقت سارا امتیاز، اللہ کے یہاں بھی جو مرتبہ اور مقام ہے، اور مخلوق کی نگاہ میں بھی جو وزن اور طاقت ہے، وہ سب ان سیلز کے صدقہ میں ہے، سیلز سلامت سب کچھ سلامت، یہ دل سلامت سب سلامت، یہ دماغ سلامت سب سلامت عقیدہ سلامت، اخلاق سلامت، مسلمان مسلمان ہے، نہ پہاڑ اس کا راستہ روک سکتے ہیں اور نہ سمندر۔

ایمان و سیرت کی کرامت

میرے بھائیو! بات یہ ہے کہ یہ سب سیلز کی کرامت ہے، یہ مسالہ جو اس کے اندر بھرا ہوا ہے، ایمان کا مسالہ، عقیدہ کا مسالہ، اخلاق کا مسالہ، مقاصد کا مسالہ ہمارا عقیدہ الگ، ہمارا ایمان الگ ہمارے اخلاق الگ ہونے چاہئیں، پھر کیا ہوگا "یجعل لکم فرقانا"، اللہ تم کو ایسی مابہ الامتیاز چیز بخشے گا کہ دور سے پہچانے جاؤگے، جہاں جاؤگے تمہاری عزت ہوگی، مسلمانوں کا کیا حال تھا، آبادیوں کی آبادیاں بلاتی تھیں، آج کتنے ملک فتح ہوئے ہیں، جہاں کی آبادی نے

بلایا تھا، مسلمانوں کو، تاریخ والوں نے پوری حقیقت لکھی نہیں، بیان نہیں کی، اب بہت سی حقیقتیں سامنے آرہی ہیں، مصر کے لوگوں نے بلایا تھا، دعوت دی تھی عربوں کو کہ آؤ ہمیں اس مصیبت سے نجات دو کہ ذرا سا اختلاف ہے، عقائد کا، ہمارا اور رومیوں کا تم سے وہ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کرتے ہیں الفرڈ بٹلر (ALFRED BUTLER) کی کتاب ہے "عربوں کا مصر فتح کرنا" اس نے لکھا ہے کہ بوروں میں بھر بھر کر وہ ان قبطیوں کو سمندر میں ڈال دیتے تھے، کیوں؟ محض اس لیے کہ ان میں اور رومیوں میں حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کچھ اختلاف تھا، کہ بالکل خدا کی طرح ہیں، بالکل وہ خدا کا جز ہیں، یا انسان ہیں، اور ان میں تھوڑی سی خدائی بھی ہے اسی میں اختلاف تھا تو اتنا بڑا ظلم ہوتا تھا کہ کوئی حد نہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ ان قبطیوں نے دعوت دی تھی، اور کہا تھا کہ خدا کے لیے آؤ اور ہمیں بچاؤ، ایسے معلوم نہیں کتنے ملک تھے، اور جب مسلمان کہیں کسی فوجی مصلحت سے کسی صوبہ کو، کسی شہر کو چھوڑتے تھے تو لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے اور کہتے تھے کہ تم کیوں ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہو، اور ان ظالموں کے حوالے کر رہے ہو اور جب وہ کہتے تھے کہ نہیں ہم پھر آئیں گے تو کہتے تھے کہ اللہ تم کو جلد لائے، اور دعائیں کرتے تھے۔

ہندستان پر ہمارا حق، اور اس کی ذمہ داری

میرے مسلمان بھائیو! تم کو اس ملک میں رہنا ہے، تمہارا حق اس سرزمین پر ہے، تم نے اس کو ملک بنایا، سنوارا تم نے اس ملک کو تہذیب سے، تمدن سے اور ترقیوں سے مالا مال کر دیا، تمہارے اوپر بھی اس ملک کا احسان ہے، اس نے تمہیں ایسے آڑے وقت میں پناہ دی، اور یہ فیاض ملک ثابت ہوا، جب پناہ نہیں مل رہی تھی، جب تاتاری ایران اور ترکستان کے باغ و بہار شہروں پر حملہ کر رہے تھے اور شہر شہر بے چراغ ہو رہے تھے، اس وقت بڑے بڑے مسلمان خاندان یہاں آئے اور اس ملک نے اپنے بازو پھیلا دیے، اپنی گود خالی کر لی تو ہمارے اوپر اس ملک کا حق ہے اور اس ملک پر ہمارا حق ہے دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں ہے، جو بیچ میں کھڑی ہو جائے اور کہے کہ نہیں تمہارا اس ملک پر حق نہیں ہے، مگر آپ کو اپنے اندر ایمان و سیرت اور دعوت و ہدایت کا امتیاز پیدا کرنا ہوگا، جب آپ اس ملک میں عزت کے ساتھ رہ سکیں گے، توحید کی طاقت آپ کے اندر ہو، اس سے بڑھ کر دنیا میں کسی طاقت کا تجربہ ابھی تک نہیں کیا گیا، ایک آدمی جس کے اندر توحید کا عقیدہ ہوتا ہے وہ ساری دنیا کو، دنیا کی ساری طاقتوں کو خاطر میں نہیں لاتا، کوئی دولت و عزت اس کی نظر میں نہیں سماتی، ہمارے اندر توحید کا نکھرا ہوا صاف عقیدہ ہو کہ خدا کے سوا نفع و ضرر کی طاقت کسی میں نہیں

" لا نافع ولا ضار الا اللہ لا الٰہ الا اللہ وہی نافع وہی ضار

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ "

اے محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ضرر کا ارادہ کرے تو کوئی روک نہیں سکتا، نفع کا ارادہ کرے تو کوئی آڑے نہیں آسکتا۔

(سورہ یونس - ۱۰۷)

مسلمان کے امتیازات

پھر اس کے ساتھ تمہارے اندر شریعت کی پابندی ہو، تم شریعت کے احکام پر چلتے ہو، جب ساری دنیا کی قومیں اپنے اپنے مذہب کے احکام کو چھوڑ چکیں، اب صرف رسم و رواج رہ گئے، صرف تہوار رہ گئے، صرف میلے ٹھیلے رہ گئے، صرف سوشل چیزیں رہ گئیں تو اس حالت میں تم نمازوں کے پابند ہو، تم شریعت کے احکام پر چلنے والے ہو، تم حرام و حلال میں فرق کرنے والے ہو، اور اس کے ساتھ پھر تمہارے اخلاق اعلا ہوں، دنیا دودھ میں پانی ملائے، تم حرام سمجھو، دنیا کے درزی کپڑا چرائیں، تمہارے درزی اسکو حرام سمجھیں دنیا ڈنڈی مارے اور کم تولے تم اس کو حرام سمجھو، اس راستہ سے آئے ہوئے پیسے کو تم نجس و ناپاک سمجھو، مر جانا دس بار مرتبہ اچھا ہے لیکن رشوت لینا اچھا نہیں اگر کوئی غیر مسلم ۴ گھنٹہ کام کرتا ہو تو تم ۶ گھنٹے اپنے آفس میں کام کرو کہ نہیں ہم جب اس کی تنخواہ پاتے ہیں تو پھر ہمیں خدمت کرنی چاہیے، اور اس ملک نے ہم پر احسان کیا ہے، ہم نے اس ملک میں صدیاں گذاریں، ہم پھلے پھولے، ہم نے ہر طرح کا لطف اٹھایا، یہاں کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھایا، ہم اس ملک کے ساتھ غداری نہیں کر سکتے، ہم اس ملک میں کام چوری کی عادت نہیں اختیار کریں گے، گپ کرتے رہے اور ایک دو فائلیں دیکھیں جیسے آج کل رواج ہے اور پھر لنچ کا وقت آگیا، لنچ کھایا، اس کے بعد پھر کچھ گپ کی، کچھ چائے پی کوئی دوست آگیا اس سے بات کرنے لگے، نہیں، ڈیوٹی وقت پر جانا، وقت پر آنا، پورا کام کرنا، ہر آدمی کے ساتھ خیر خواہی کرنا، کوئی انسان کسی مذہب و ملت کا ہو، وہ اگر تمہاری مدد کا محتاج ہو، تو تم بالکل نہ دیکھو کہ یہ کلمہ گو ہے یا نہیں، تمہیں اس کی مدد کرنی چاہیے، کوئی اگر ظلم کر رہا ہو تو اس کا ہاتھ پکڑنا چاہیے ظالم کو روکنا چاہیے، مظلوم کی حمایت کرنی چاہیے، یہی بات کہی ہے اس کی قدر کرنی چاہیے۔

ملک کے حالات میں تبدیلی

یہ اخلاق اگر ہمارے ہوں گے تو وہی بات ہوگی "ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا" اگر تم اللہ سے ڈروگے اللہ تمہارے لیے فرقان پیدا کرے گا، ہندوستان بھی دنیا دیکھے گی کہ مسلمان کا کیا احترام ہوتا ہے، مسلمان کو کس طرح لوگ آنکھوں میں جگہ دیتے ہیں، کس طرح مسلمان کو ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر مسلمان نہ رہے گا تو اس ملک کا رہنا مشکل ہے، مسلمان ہی اس ملک کو تباہی سے بچا سکتے ہیں۔ اپنے اندر یہ اعتقاد پیدا کرو، اپنے اندر یہ قوت پیدا کرو، جب آپ کے یہ اخلاق ہوں گے، تو انشاء اللہ پھر آپ کے لیے راستہ صاف ہے، آپ اپنے کو بھی بچائیں گے، اپنی عزت و ناموس کو بھی بچائیں گے، اور اس ملک کو بھی تباہی سے بچائیں گے۔

ملک تباہی کے کنارے کھڑا ہے اور مسلمان اس کو بچا سکتے ہیں

میں صاف کہتا ہوں کہ یہ ملک تباہی کے کنارے کھڑا ہے، کیوں کھڑا ہے؟ پیسے کی لالچ کی وجہ سے، بے ایمانی کی وجہ سے، رشوت کی وجہ سے، کام چوری کی وجہ سے، فرض ناشناسی کی وجہ سے اور یہ بھاؤ بھید جو ہیں، ذاتوں اور برادریوں کے اس کی وجہ سے، آپ اس پورے بحرِ ظلمات میں روشنی کا مینار ہیں، روشنی کا مینار ادھر ادھر نہیں جاتا، کھڑا رہتا ہے سب کو راستہ دکھاتا ہے، آپ بہت سے کام نہیں۔ اور اپنے اندر فرقان پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

ایمانی صفات، اسلامی اخلاق اور دعوت و ہدایت اور ہمدردی خلائق کے جذبہ کے ساتھ آپ کو یہاں کی زندگی سے کٹنا بھی نہیں چاہیے، آپ یہ نہ کہیں کہ صاحب ہماری بلا سے یہ ملک ڈوبے یا بچے ہم نہیں جانتے، ہم تو بس اپنی نجات کی فکر میں ہیں، نہیں، یہ بات ٹھیک نہیں ہے، مسلمان کا منصب نہیں ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے ملک تباہ ہو جائے، خدا آپ سے پوچھے گا، آپ جس کشتی پر سوار ہیں، وہ کشتی ڈوبے، پھر آپ کی خصوصیت رہی، آپ ڈوبتی ہوئی کشتی کو ہاتھ لگا دیں تو وہ ساحل تک پہنچ جائے یہ آپ کی شان ہے۔ (تحفۂ دین و دانش)

بقیہ: شب و روز

اس دوران النادی العربی کے پروگرام پابندی کے ساتھ ہوتے رہے لیکن اجادی کے سلسلہ میں طلبہ میں وہ جوش و خروش کم پڑتا دکھائی دینے لگا۔ اس کو دیکھتے ہوئے النادی عربیہ کے اراکین نے طلبہ کے اندر شوق و رغبت پیدا کرنے کے لیے ۲۱ محرم الحرام کو بعد نماز مغرب مولانا سلمان حسینی ندوی کی تقریر کا پروگرام رکھا، آپ نے طلبہ کو النادی العربی سے شوق دلانے کے لیے بڑی اچھی تقریر کی، جس میں مشفقانہ اور مربیانہ انداز سے طلبہ کو نادی میں حصہ لینے کی ترغیب دی، ادھر جمعیۃ الاصلاح اور دار العلوم کی دوسری انجمنوں کے ہفتہ واری جلسے بھی ہوتے رہے، جس میں دلچسپ پروگرام ہوئے۔ ابھی پچھلے ہفتہ جمعیۃ الاصلاح میں ایک دلچسپ مناقشہ ہوا، جس کا عنوان تھا "موجودہ دور میں علماء کا سیاست سے کنارہ کشی بجا ہے یا بے جا" دونوں فریقوں نے گرما گرم تقریریں کیں۔

اسلام کے نام سے یہ سراسیمگی کیسی؟

مولانا محمد واضح رشید ندوی ÷ مترجم ÷ شکیل الرحمٰن

مختلف ملکوں اور تحریکوں کے قائدین وقتاً فوقتاً اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور عالم اسلام اور اسلامی تحریکوں کے بارے میں ایسے بیانات دیتے رہتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں اسلام کا خوف بیٹھا ہوا ہے جس کا اظہار وہ اس طرح کرتے ہیں ان کی تحریریں بتاتی ہیں کہ وہ اسلام کی خوبیوں اور کمال سے انکار اور اسلام کی پیش قدمی اور تاثیر کی صلاحیت سے خوف کی وجہ سے بڑی آزمائش میں مبتلا ہیں۔ بعض قائدین ایک وقت میں اسلام کی شاندار تاریخ علمی اور اجتماعی اصلاحات کا اعتراف کرتے ہیں، دوسری طرف اسلام سے ڈراتے بھی ہیں۔

تاریخ سے ثابت شدہ حقیقت یہ بتلاتی ہے کہ اسلام نے یہود و نصاریٰ اور غیر مسلموں کے ساتھ ہمیشہ عفو و درگذر اور حسن اخلاق کا معاملہ کیا ہے، کبھی بھی اس نے زور و زبردستی سے کام نہیں لیا، قرآن کریم کی ہدایات اس سلسلہ میں بہت واضح ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:۔

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَہَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (بقرہ ۲۵۶)

دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔ تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور خدا پر ایمان لائے اس نے ایسی رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں ہے اور خدا سب کچھ سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔

دوسرے موقع پر ارشاد ہے:۔

اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (یونس ۹۹)

تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں؟

اِنَّکَ لَا تَہْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَہْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ (القصص ۵۶)

جس کو آپ چاہیں ہدایت دیں نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَہَا (الانفال ۶۱)

اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو، کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

ان ہی ہدایات ربانی کے نتیجہ میں اسلامی دور حکومت میں غیر مسلموں نے ہمیشہ امن و سلامتی کی زندگی بسر کی ہے اور جب کسی حکومت یا فرد نے ان کے ساتھ سختی یا ناانصافی کا معاملہ روا رکھنا چاہا علمائے اسلام نے آگے بڑھ کر اس کا محاسبہ کیا اور مسلمان حاکم کو ظلم سے باز رکھا،

لبنان کے گورنر علی بن عباس نے غیر مسلم باغیوں کے خلاف کارروائی کر کے ان پر قابو پایا اور مصلحت کے پیش نظر انھیں اپنے وطن سے دور کسی اور علاقے میں بھیج دیا، جب اس کی اطلاع امام اوزاعی کو ہوئی جو اس زمانے میں شام کے قاضی تھے تو انھوں نے گورنر لبنان کی سخت مذمت کی اور حضور پاک کا فرمان یاد دلایا۔

"من ظلم معاھداً او کلفہ فوق طاقتہ فانا خصمہ یوم القیامۃ"

جس شخص نے ذمیوں کے ساتھ ظلم و ناانصافی برتی یا ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ ڈالا تو قیامت کے دن میں ان ظالموں کے مقابل ہوں گا۔

یہ سننا تھا کہ والی لبنان نے اپنے فیصلہ سے رجوع کر کے سبھوں کو عزت کے ساتھ اپنے اپنے وطن بھجوا دیا۔

قرون وسطیٰ میں (جو جابر حکومتوں کا عہد ہے اور جس میں غیر مسلم حکومتوں میں مسلمانوں پر سخت ظلم کیا جاتا تھا) مسلم ممالک میں غیر مسلموں کے خلاف کسی بے جا کارروائی کا سراغ نہیں ملتا۔ اور اگر کہیں کوئی واقعہ ہو بھی جاتا تو علماء اس پر سخت گرفت کرتے خواہ والیان حکومت کتنے ہی سخت کیوں نہ رہے ہوں۔ خلافت عثمانیہ کے زمانہ میں آرمینیوں نے طرح طرح کی مشکلات پیدا کر دی تھیں، اور پڑوسی عیسائی ممالک ان کو فتنہ برپا کرنے کی غرض سے اکسایا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود عثمانی حکام نے جب بھی ان معاندین کا تعاقب یا سرزنش کرنی چاہی تو علماء اسلام اور مفتی سلطنت نے انھیں یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ اہل ذمہ ہیں ان کے حقوق ہیں جس کا ایفاء ہم پر اس وقت تک لازم ہے جب تک ان کی خیانت اور پڑوسی ممالک کے ساتھ ساز باز کا یقینی پتہ نہ چل جائے۔

اس لیے ان سلاطین نے محدود طور پر کارروائیاں کیں جس پر مغربی مورخین نے بڑا شور مچایا ہے۔

ڈاکٹر عبدالعزیز محمد شناوی اپنی کتاب "مملکت عثمانیہ" میں غیر مسلموں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیے جانے کے سلسلہ میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

سلطان سلیم اول ایران میں صفویوں کے خلاف فوجی کارروائیوں میں مشغول تھے کہ ملک کے عیسائی باشندوں کی طرف سے کچھ مشکوک نقل و حرکت کا علم ہوا جس سے سلطان کو خطرہ محسوس ہونے لگا کہ ان کی ملک کے اندر معقول آبادی ہے اور آس پاس کے ملک عیسائی ہیں عثمانی فوجیں دارالسلطنت سے دور میدان جنگ میں دشمن سے برسرپیکار ہیں، یہ موقع سے فائدہ اٹھا کر کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دیں جو ملک کو پارہ پارہ کر دے۔

تو سلطان اس مشکل سے بچنے کے لیے انتہائی غور و خوض کے بعد اس نتیجہ تک پہونچے کہ مسیحیوں کے سامنے یہ حل رکھا جائے کہ وہ یا تو مشرف بہ اسلام ہو جائیں یا سزا کے لیے تیار ہو جائیں۔

اس سے کچھ قبل اندلس میں مسلمانوں کے سامنے ایسی ہی صورت رکھی گئی تھی اور مسیحی مذہب قبول نہ کرنے پر مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا تھا، اسپین کی جابر حکومت سے وہ اس طرح انتقام لینا چاہتے تھے۔

سلطان سلیم اول نے یہ قضیہ شیخ الاسلام جمالی کی خدمت میں پیش کیا، تاکہ وہ یہ فتویٰ جاری کر دیں کہ ملک کے مسیحی باشندوں پر اسلام قبول کرنا ضروری ہے۔ اس کا منکر موجب گردن زدنی شمار کیا جائے گا۔ شیخ الاسلام نے یہ فتویٰ دے بھی دیا۔ اس لیے کہ سلطان نے معاملہ کو اس طرح پیش کیا تھا جس سے بعض گوشے شیخ سے مخفی رہ گئے تھے۔ لیکن شیخ نے پھر سے غور کرنے کے بعد دوسرا فتویٰ دیا کہ "جو اہل کتاب مملکت اسلامیہ میں رہ کر جزیہ دیتے رہیں اور حکومت کے تابع رہیں انھیں شریعت اسلامیہ کی طرف سے اپنے مذہب پر باقی رہنے اور اپنے ملی شعائر پر آزادی کے ساتھ کاربند رہنے کی پوری اجازت ہے۔ حکومت ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی ضامن ہوگی"۔ سلطان سلیم نے بھی شیخ الاسلام کی رائے اور فتویٰ کو تسلیم کر لیا۔ اگرچہ یہ ان کی سیاسی مصلحت کے خلاف تھا۔

شیخ الاسلام کے اس موقف کے سلسلہ میں ایک امریکی مورخ کا بیان ہے "یہ بڑی مناسب تجویز تھی جو شریعت اسلامیہ کی روح کے عین مطابق تھی"۔ (الدولۃ العثمانیہ دولۃ اسلامیۃ مفتری علیھا ج ۱)

ڈاکٹر PERRSON کا کہنا ہے "مسلمانوں کی سب سے بہترین خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے مذہبی دشمنوں کے ساتھ بھی عملی عفو و درگذر کا رویہ اختیار کرتے ہیں"۔

سلطان محمد فاتح کے اسی قسم کے تسامحانہ رویہ کی تعریف فرانسیسی ادیب اور مفکر (VOLTAIR) والٹائر نے کی ہے، وہ کہتا ہے "یہ بات مسلم ہے کہ مغلوب و مقہور مسیحیوں کو اپنے پادری کے انتخاب میں پوری آزادی دے کر سلطان محمد فاتح نے اپنی اعلیٰ ذہانت و بردباری کا ثبوت دیا۔ پادریوں کا انتخاب عمل میں آجانے کے بعد سلطان پوری عظمت کے ساتھ اس کی توثیق کرتا تھا۔ اور اپنے ہاتھوں سے دستار عطا کرتا حتیٰ کہ بعض پادری یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ سلطان نے جس اعزاز و اکرام سے مجھے نوازا ہے میں اس کا مستحق نہیں تھا۔ میں شرم سے پانی پانی ہوا جا رہا ہوں کہ ہمارے اسلاف کے ساتھ خود نصرانی فرمانرواؤں نے یہ سلوک نہیں کیا تھا"۔

محمد فاتح اپنے اعلیٰ اقتدار اور زبردست فوجی قوت (جس کے ذریعہ مغربی لشکر کو مغلوب کر کے قسطنطنیہ کی بازیابی ہو سکی) کے باوجود حلم و بردباری، عفو و درگذر اور

چشم پوشی کے اصولوں پر کاربند تھے۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ انہوں نے اپنی رعایا کے ہر فرد کو استحقاق ثابت ہو جانے اور معاملہ طے ہو جانے کے بعد امان دیدی۔ اور اپنے تمام عاملوں کو تین دن کے بعد تادیبی سزا جاری رکھنے سے منع کر دیا۔ پردیسیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ ان کے ایجابی رویہ کے سلسلہ میں سب سے بہتر شاہد وہ فرمان شاہی ہے جو سلطنت عثمانیہ کے آخری زمانہ میں صادر ہوا تھا۔ جس میں گرجا بنانے اور دینی سرگرمیاں جاری رکھنے کی پوری اجازت دی گئی تھی۔ اور اس راستہ میں روڑے اٹکانے والوں کے ساتھ سختی سے نپٹنے کی صراحت کی گئی تھی۔

لیکن اس کے برعکس مسلمانوں کو انتقامی کارروائیوں کے ایک طویل سلسلہ کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ موجودہ صدی کے اوائل میں "اسٹالن" نے بہیمانہ خونریزی کے بعد کریمیائی تاتاریوں کو جرمنی کے ساتھ تعاون کے الزام میں ملک بدر کر دیا اور نصف صدی گذر جانے کے باوجود یہ لوگ اب تک اپنے وطن واپس نہیں آئے۔ اور اس وقت دنیا کے اندر پناہ گزینوں میں ۸۵ فیصد تعداد مسلمانوں کی ہے، ان میں فلسطین، جاپان، ایشیائے کوچک، ہندستان اور چین کے مسلمان شامل ہیں۔ جو موجودہ حکومتوں کے جبر و استبداد کے شکنجہ سے عاجز آکر دنیا کے دیگر ممالک میں پناہ گزیں ہیں۔

تاریخ سے ثابت شدہ اس مصالحانہ رویہ اور ممالک اسلامیہ میں تمام مذاہب کے قیام کے باوجود یورپین مفکرین کی طرف سے مسلسل یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا ہے کہ اسلام کی اگر حکمرانی ہوئی تو انسانی تمدن خطرہ میں پڑ جائے گا۔

یورپ نے اپنے دور سلطنت میں انسانوں کے ساتھ بھیڑ بکری کا سا معاملہ کیا ہے۔ اور تہذیب و تمدن، زبان و ثقافت سب کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا ہے اب اس کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر اس کی حکمرانی چھن گئی تو اس کو اپنے ظلم و استبداد کی وجہ سے برے دن دیکھنے پڑیں گے۔ اسلام کی مخالفت حقیقت میں اس خوف سے کی جاتی ہے کہ اس کی حکمرانی سے مغربی مفادات خطرہ میں پڑ جائیں گے۔ اسی لیے اس کی مخالفت انھی سامراجی بنیادوں پر کی جاری ہے۔ اسلام کے مخالفین اس طرح کے غلط دعوے اس لیے کر رہے ہیں کہ یورپ کو کسی مذہب سے حتیٰ کہ یہودیت سے (جس نے عیسائیت کے ساتھ ہمیشہ معاندانہ رویہ رکھا) خطرہ نہیں، بلکہ اسے خطرہ صرف اسلام سے ہے۔ کیونکہ یہ اس کے سامراجی مصالح کی راہ میں رکاوٹ بنے گا۔

اس خوف کا اظہار مورس براؤن کے بیان سے ہوتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ:۔ "اگر عرب شاہنشاہیت کے تحت مسلمان متحد ہو گئے تو بہت ممکن ہے کہ وہ دنیا والوں کے لیے خطرہ اور لعنت کا سبب بن جائیں، لیکن جب تک وہ باہم دست و گریباں اور تفرق و تشتت کا شکار رہیں گے اس وقت تک دنیا کی منڈی میں ان کی کوئی وقعت و حیثیت نہیں رہے گی۔

پادری سیمون (G. SIMMON) کا کہنا ہے کہ "اتحاد" لوگوں کی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اور یورپی اقتدار سے نجات حاصل کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار

اسحٰق بومان (I. BONMAN) نے کہا ہے کہ "مغربی ممالک کا اسلام سے خوف زدہ ہونا طبعی ہے، اس کے کئی اسباب ہیں ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ متبعین اسلام کی تعداد ابتدائے عہد سے لے کر اب تک کبھی گھٹی نہیں بلکہ برابر بڑھ رہی ہے۔ اسلام محض چند رسمی عبادات کا نام نہیں۔ اس کے ارکان میں جہاد بھی شامل ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ جو شخص اسلام لے آتا ہے وہ اس سے پھرنے کا نام نہیں لیتا۔ تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ کوئی جماعت اسلام لانے کے بعد نصرانی ہو گئی ہو"۔

مورس براؤن لکھتا ہے:۔

"ہمیں مختلف گروہوں سے اندیشہ تھا، لیکن تجربے سے معلوم ہوا کہ ان سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں، ہمیں پہلے یہودی خطرہ سے اسی طرح جاپانی اور روسی خطرہ سے ڈر تھا، مگر یہ سارا خوف ہمارے زعم کے برعکس ثابت ہوا، کیونکہ ہم نے دیکھ لیا کہ یہودی ہمارے ہی بھائی ہیں اس لیے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والے ہمارے بھی کٹر دشمن ہیں۔ پھر روسیوں کو بھی ہم نے اپنا حلیف پایا۔ جہاں تک جاپانیوں کا تعلق ہے تو ان سے بھی نمٹا جا سکتا ہے۔ اب اصل خطرہ نظام اسلامی اور اس کے زندہ جاوید مذہب ہونے کی حیثیت سے اپنے حلقہ متبعین کو وسیع کر لینے کی غیر معمولی قدرت و صلاحیت سے ہے، یورپی سامراج کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تنہا یہی ہے"۔

ایک فرانسیسی قائد کا کہنا ہے:۔

"ہمارا فریضہ ہے کہ ہم پوری طرح چوکنا رہیں تاکہ اسلام جن عقائد کی دعوت دیتا ہے وہ ہمارے عظیم تمدنی نظام کو بروئے کار لانے میں حائل نہ ہو سکے۔

۱۹۱۱ء میں سنیگال میں یہ حکم صادر کیا گیا تھا کہ جو پرچہ یا رسالہ ہمارے خلاف معاندانہ رویہ اپنائے، یا عربوں کی سرگرمیوں کی پشت پناہی کرے، اس کا نیست و نابود کر دینا ضروری ہے۔ نیز اسلامی ارتقاء کی تشجیع یا اسلامی اتحاد کے ساتھ تعاون کے سلسلہ میں ہمارا موجودہ نظریہ درست نہیں معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیے۔

مغربی حکمرانوں اور سامراجی پالیسی وضع کرنے والوں کے یہ بیانات ان کے اندرونی خوف و ہراس کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں، اور ان کا حاصل بس دو جملوں میں یہ ہے، اسلام میں اتحاد و اتفاق اور ایک ساتھ جٹ کر چلنے کی غیر معمولی صلاحیت، اور غیر اسلام میں اسلام سے مقابلہ کرنے کی قوت کا فقدان،

سامراجی طاقتوں نے اسلام کا قلع قمع کرنے اور مسلمانوں کو اپنے اصل سرچشمہ سے قطع تعلق کرنے کے لیے امکانی حد تک پوری کوشش کر ڈالی، اور ماسونی، صیہونی اور کمیونزم نے دلوں سے شرارۂ ایمانی گل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ ان تنظیموں نے اسلامی و تربیتی اداروں کے خلاف اپنی پوری توانائی مرکوز کر دی تاکہ وہاں سے ایسی کھیپ تیار ہو جو سامراجی اسکیموں کو کامیاب بنائے انھوں نے مغربی مکاتب فکر سے فارغ ہونے والے طلباء کے لیے حکومت کی کرسی تک پہونچنے کی راہ بھی ہموار کر دی، کیونکہ اسلام کا ان پر ایسا خوف طاری ہے جیسے کسی بادشاہ و حکمراں کا، لہٰذا وہ اسلام کی ترقی کی ہر راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ تاکہ یورپی تہذیب و قیادت کو خطرہ لاحق نہ ہو۔ اسی لیے وہ ہر اسلامی تحریک بلکہ ہر اسلامی کوشش کو ناکام بنانا چاہتے ہیں۔ حتیٰ کہ مساجد کی تعمیر اور نماز کی ادائیگی پر پابندی لگانے کی فکر میں ہیں۔ وہ ان سارے اعمال کو اپنے حق میں مضر سمجھتے ہیں جیسا کہ ایک فرانسیسی نے کہا بھی کہ اسلامی جماعتیں جس عقیدے کی دعوت دیتی ہیں وہ ہماری یورپی تہذیب کے لیے انتہائی خطرناک ہیں۔

سامراجی مصالح کے پیش نظر جس طرح یورپ کو اسلام اور اس کی ترقی سے اندیشہ ہے، اسی طرح یورپ کی گود میں پلنے والے چند نام نہاد مسلم حکمراں بھی اسلامی تحریکوں کو خطرہ سمجھتے ہیں۔ اور یہ خوف اس بات کا نہیں ہے کہ ایک مذہب دوسرے مذہب کے مقابلہ میں یا اسلام عیسائیت کے مقابلہ میں غالب آجائے گا۔ کیونکہ وہ بھی کسی حد تک مسلمان ہیں، ان میں کے اکثر روزہ نماز بھی کر لیتے ہیں بلکہ۔ ان کے خوف کا حقیقی راز یہ ہے کہ مسلمانوں کی فکری و تمدنی قیادت کا بول بالا ہو جائے گا جیسا کہ اس خطرہ کا اظہار براؤن کے بیان سے اوپر ہو چکا ہے۔ اور ایک مغربی دلدادہ نے اس خوف کا اظہار یہ کہہ کر کیا ہے۔ "کون جانتا ہے کہ وہ دن پھر آجائے کہ مغربی ممالک مسلمانوں کے نرغہ میں آجائیں اور وہ ان پر آسمانوں سے ٹڈی دل کی طرح ٹوٹ پڑیں۔ اور زمین سے ابل پڑیں۔ مزید لکھتا ہے:۔ ان احتمالات کے بے پناہ شواہد موجود ہیں اس وقت ایٹمی توانائیاں اور میزائل و کارتوس کچھ کام نہ آئیں گے"۔

یہی وہ خطرہ ہے جو سامراجیوں کو نظام اسلامی اور تہذیب اسلامی کی طرف دعوت دینے والی تمام تحریکات کا قلع قمع کر دینے پر مجبور کیے ہوئے ہے۔ اور اسی مقصد کے حصول کے لیے تمام مغربی حکمراں تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ لیکن خالق کائنات کا وعدہ برحق

وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ۔ ایک تدبیر وہ کر رہے ہیں اور ایک اللہ کر رہا ہے اور اللہ سب تدبیر کرنے والوں میں بہتر ہے۔ **

بقیہ: عالم اسلام

کہ خلیجی جنگ میں ترکی کی طرف سے ایک کامیاب ثالثی کے امکانات روشن ہیں کیوں کہ ترکی نے دونوں برسرپیکار ممالک ایران اور عراق کا اعتماد حاصل کر لیا ہے ایک نیوز کانفرنس میں مسٹر اوزال نے جنگ خلیج میں ترکی کے موقف کو غیر جانبدارانہ منصفانہ اور متوازن قرار دیا علاوہ ازیں ترکی نے عالم اسلام کے ساتھ اپنے تعلقات میں اضافہ کر لیا ہے اور تنظیم اسلامی کانفرنس کی اسٹینڈنگ کمیٹی برائے معاشی و تجارتی تعاون (سی او یم سی۔ای سی) کے صدر کا درجہ حاصل کر لیا ہے ترکی مکہ معظمہ کی واردات پر ایران اور سعودی عرب کے درمیان کشیدگی کو دور کرنے کی کوشش بھی کر رہا ہے مسٹر اوزال نے بتایا کہ انہیں اس سلسلے میں شاہ فہد اور ایرانی لیڈروں سے پیغامات موصول ہوئے ہیں۔ ※

ایک علمی سفر
مشاہدات و تاثرات

شمس الحق ندوی

انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد (پاکستان) میں ہونے والے ایک عالمی تربیتی کیمپ میں شرکت کا موقع ملا، یہ کیمپ یونیورسٹیوں کے طلبہ کی دینی، فکری، اخلاقی اور اجتماعی تربیت کے خیال سے لگایا گیا تھا جس کی ایک جھلک آپ دس ستمبر ۸۶ء کے شمارہ میں دیکھ چکے ہیں اس کیمپ کا افتتاح یکم جولائی سے ہو رہا تھا۔ ہمارے دار العلوم سے اس کیمپ میں شرکت کے لیے تین طالبعلموں (محمد اقبال، عبد المہیمن اور بہاؤ الدین) کا انتخاب ہوا تھا۔ ان طلبہ کے مشرف کی حیثیت سے ان کے ساتھ راقم سطور اور مولوی ابو سبحان روح القدس ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء کا جانا طے پایا تھا۔

۲۳ جون ۸۶ء کو ٹکٹ اور کاغذات وصول ہوئے، ویزا دلی جا کر لینا تھا ہمارا ٹکٹ پی۔ آئی۔ اے سے ۳۰ جون ۸۶ء ہم بجے کی فلائٹ سے دلی سے لاہور اور وہاں سے اسلام آباد کے لیے او کے (O.K) تھے غلطی سے مولوی ابو سبحان کا نام ٹکٹ پر ابو سبحان لکھ گیا تھا جس سے یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ ایرپورٹ پہنچ کر نہ معلوم کس صورت حال سے دو چار ہونا پڑے، جون کی جھلسا دینے والی گرمی اور لو کے تھپیڑے اس میں دلی جا کر ویزا اور امیگریشن کے مراحل بھی طے کرنے تھے، ٹکٹ کے سلسلہ میں بعض غلط فہمیوں کی بنا پر طلبہ کا سفر بر وقت نہ ہو سکا تھا کیمپ میں پہنچ کر ان کو ٹیلی گرام دے کر بلایا گیا۔

بہر حال لکھنؤ سے ۲۸ جون کو سوا پانچ بجے کی فلائٹ سے دہلی کے لیے روانہ ہوئے، دہلی میں قیام تبلیغی مرکز نظام الدین کی روحانی فضا میں رہا، اور دو دن یہاں کے بزرگوں سے استفادہ کا موقع ملا، برادرم مولوی محمد عزالی ندوی نے بڑا کرم فرمایا اور ویزہ وغیرہ کے حصول کے سلسلہ میں ایک رہبر ساتھ کر دیا، ان موصوف کی رہنمائی میں ویزا اور امیگریشن کے مراحل آسانی سے طے ہو گئے خیال تھا کہ اسلام آباد پہنچ کر گرمی سے نجات ملے گی مگر سفارت خانہ کے لوگوں نے بتایا کہ اسلام آباد میں دلی ہی کی طرح گرمی ہوگی بلکہ کچھ زیادہ ہی، بہر حال دوسرے دن ہم لوگ ابو سبحان اور ابو سبحان کا دھڑکا لیے ہوئے ایرپورٹ پہنچے دعا کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ پریشانی سے بچائے، کاؤنٹر پر پہنچے تو اس کے سوا ہم سے کچھ نہ کہا گیا کہ آپ لوگوں نے او کے (O.K) کیوں نہیں کرایا ہمارا جواب تھا کہ ٹکٹ او کے (O.K) تو وہیں سے ہو کر آیا ہے پھر ہم کیوں کراتے ہمارے اس جواب پر انگ فارم دیا گیا جو ہم کو پر کر کے اندر کسٹم والے سکشن میں دینا تھا۔

پاسپورٹ ویزا اور سکورٹی چیکنگ کے مرحلے سے گذرے تو کسٹم کا مرحلہ تھا ہمارے ساتھ کتابوں کا وزنی بنڈل تھا کسٹم میں اس کا کھولنا اور باندھنا بڑا زحمت طلب کام تھا، کسٹم افسران نے ہم کو اس پریشانی سے بچا لیا، تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد ہوائی جہاز پر سوار ہونے کے لیے ہم اس گیلری کی طرف بڑھے جو جہاز کے گیٹ سے ملی ہوئی تھی لیکن جب جہاز کے گیٹ پر پہنچے تو پی۔ آئی۔ اے کا عملہ اسی طرح ایک ایک چیز چیک کر رہا تھا جس طرح ایرپورٹ پر سکورٹی چیکنگ ہوتی ہے، جہاز کے گیٹ پر اس طرح کی چیکنگ کا یہ پہلا سابقہ تھا۔

جہاز نے پرواز کے لیے پر تولنے شروع کیے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم ــــ سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ کی آواز کانوں میں گونجی جس نے سرور و انبساط کی ایک کیفیت پیدا کر دی اس سے پہلے بھی لکھنؤ دور میں پی۔ آئی۔ اے سے سفر کا اتفاق ہوا تھا مگر یہ آواز اس وقت کان میں نہیں گونجی تھی اور دیگر متعدد کمپنیوں کے جہازوں سے سفر کا اتفاق ایک سے زائد بار ہو چکا ہے۔ مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی دعا کی یہ آواز پہلی بار کانوں میں پڑی تھی، ایک مسلمان ملک کے جہاز پر عمل کا یہی شعار و امتیاز ہونا چاہیے یہی فرق ہے مومن و غیر مومن کا مومن کا ہر کام خدا کے نام اور دعا سے شروع ہوتا ہے لیکن کیا کہا جائے کہ تہذیب مغرب نے ہماری تمام قدروں کو پامال کر دیا ہے خصوصاً ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ اپنی ان اعلیٰ قدروں کا مظاہرہ کرتے ہوئے شرم محسوس کرتا ہے۔

جہاز جب زمین سے کافی بلند ہو گیا تو پی۔ آئی۔ اے کے عملے نے ناشتہ چائے اور کافی سے اور اس سے پہلے ٹافی سے ضیافت شروع کی۔ ہم ابھی چائے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ اعلان ہوا پیٹی باندھ لیجئے اب ہم لاہور ہوائی اڈہ پر اترنے والے ہیں چند ہی منٹ گذرے تھے کہ ہم لاہور ایرپورٹ پر کسٹم کے مراحل سے گذر رہے تھے یہاں بھی کسٹم افسران نے اخلاق و شرافت کا معاملہ کیا۔ کتابوں کا بنڈل کھولنا مشکل و پریشان کن تھا۔ یہاں جب ہم نے بتایا کہ ہم آپ کے مہمان ہیں، انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد کی دعوت پر آئے ہیں اور یہ کتابیں بطور ہدیہ لے جا رہے ہیں تو مجھے کے افسران نے اپنے افسر اعلیٰ کی طرف رجوع کر کے بنڈل کھولے بغیر لے جانے کی اجازت دے دی۔ کسٹم سے چھٹی ملی تو پاسپورٹ ویزا چیکنگ کا مرحلہ سامنے تھا یہاں بھی جلدی جاں بخشی ہو گئی، جب ہم اندرون ملک پرواز کے لیے مقامی پرواز کے کاؤنٹر پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ لاہور سے اسلام آباد کی جس فلائٹ سے ہمارا ٹکٹ او کے ہے اس کی لسٹ میں برادرم ابو سبحان کا نام نہیں ہے تھکے تھکائے اور گھبرائے ہوئے مسافر کے لیے یہ بڑی پریشان کن بات تھی۔ استقبال کرنے والے لوگ بھی اسی فلائٹ سے اسلام آباد ایرپورٹ پر ہمارا انتظار کریں گے مگر ہماری ایک نہ سنی گئی۔ کاؤنٹر کے عملے نے کہا کہ ہم آپ دونوں حضرات کو دوسرے جہاز میں سیٹ دے دیتے ہیں تاکہ ساتھ نہ چھوٹے یہ جہاز ابھی آدھ گھنٹہ کے بعد ہی پرواز کرنے والا ہے۔ ہم نے اس کو غنیمت جانا اور دوسرے جہاز سے سفر منظور کر لیا لیکن جہاز پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ جہاز فیصل آباد ہوتے ہوئے اسلام آباد جائے گا اب ہم کر ہی کیا سکتے تھے جتنی بھی دیر لگے، جو بھی گذرے جھیلنا تھا، جب ہمارا جہاز فیصل آباد ہوائی اڈہ پر اترا تو دیکھتے ہیں کہ حکیم عبد الرحیم اشرف صاحب جن سے پہلے سے تعارف تھا اور جو دین و ملت کا فکر و درد رکھتے ہیں اور حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ سے بڑا والہانہ تعلق رکھتے ہیں اپنے رسالہ "المنبر" میں مولانا مدظلہ کے مضامین بھی نقل فرماتے رہتے ہیں ہمارے سامنے کی سیٹ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ حکیم صاحب کو دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا، سلام کے لیے اٹھا اور سامنا ہوا تو حکیم صاحب نے بھی فوراً مجھے پہچان لیا اور برادرم ابو سبحان صاحب نے یہ منظر دیکھ کر مناسب سمجھا کہ حکیم صاحب کی سیٹ پر بیٹھ جائیں اور ہم دونوں ساتھ بیٹھیں تاکہ ایک دوسرے کی خیر خیریت معلوم کر سکیں اور ان چند لمحات کی ملاقات میں جو کچھ بھی تبادلۂ خیال ہو سکے ہو جائے، حکیم صاحب پاکستان کے مؤقر، باحیثیت و بااثر علماء میں سے ہیں ایک بڑا عربی مدرسہ چلا رہے ہیں۔ حکیم صاحب کا دواخانہ مستقل ایک کارخانہ ہے، مدرسہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ سے مختلف ملاقاتوں میں تبادلۂ خیال بھی کرتے رہتے ہیں وہ اپنے مدرسہ کا نصاب و نظام ندوۃ العلماء کے طرز پر چلانا چاہتے ہیں اس لیے اس کے خواہش مند تھے کہ ندوہ کا پورا نصاب ان کو پہنچ جائے حضرت مولانا نے نصاب دو بار بھجوایا لیکن وہ حکیم صاحب موصوف تک نہ پہنچ سکا لہذا مولانا مدظلہ نے ہم سے فرمایا کہ تم نصاب کا ایک سٹ حکیم صاحب کے لیے لیتے جاؤ اور پہنچانے کی فکر کرنا۔ ہماری یہ تمنا تھی کہ ہم مولانا مدظلہ کی اس خواہش کو ضرور پوری کریں کہ ایک داعی اور قوم و ملت کے فکر و غم میں گھلنے والے مرد مجاہد کو خوش کرنے کے لیے اس سے بڑی کیا بات ہو سکتی ہے کہ اس کے مشن میں ہاتھ بٹایا جائے لیکن اس تمنا کا پورا ہونا کیوں کر ممکن ہو سکتا تھا کہ ہم اسلام آباد جا رہے تھے پروگرام کے پابند تھے اور حکیم صاحب موصوف فیصل آباد میں رہتے ہیں جہاں جا کر ملنا اور کتابیں پہنچانا مشکل تھا۔

جہاز پر ہماری اور حکیم صاحب کی ملاقات کو ایک لطیفۂ غیبی ہی تصور کرنا چاہیے کہ ایک مرد قلندر کی خواہش تھی اس کی تکمیل کا سامان اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا۔ اگر ہم لاہور سے اسلام آباد والی فلائٹ سے سفر کرتے جس سے ہماری سیٹیں او کے (O.K) تھیں تو ہماری اور حکیم صاحب کی ملاقات ناممکن تھی، ہم اور حکیم صاحب دونوں اسلام آباد میں ہوتے اور دونوں کو ایک دوسرے کی خبر نہ ہوتی، ہمارا جہاز فیصل آباد ہوائی اڈہ پر اترا تو زوروں سے طوفان آیا اور اعلان ہوا کہ طوفان کے سبب جہاز آدھ گھنٹہ لیٹ ہوگا، مسافر حضرات چاہیں تو جہاز سے اتر کر ٹرانزٹ لانج میں آرام کر سکتے ہیں۔

ہم لوگ جہاز سے اتر کر ٹرانزٹ لانج میں پہنچے اور باتوں میں معروف رہے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ہال کے ایک حصہ میں ایک چبوترے پر قالین بچھا ہوا ہے مصلیٰ رکھا ہوا ہے اور جلی حرفوں میں لکھا ہوا ہے جائے نماز آج کے اس الحاد و دہریت کے دور میں جس نے ہر جگہ اپنا پنجہ گاڑ رکھا ہے ایک مسلمان ملک میں یہ دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور حاصل ہونا ایک فطری بات ہے اللّٰھم زد فزد آدھ گھنٹہ رکنے کے بعد طوفان رکا اور جہاز کے پرواز کا اعلان ہو گیا جیسا کہ اوپر ذکر ہوا حکیم صاحب ایک پر وقار و بااثر شخصیت ہیں اس لیے ایرپورٹ کا پورا عملہ احترام و عقیدت سے ملتا اور اپنی خدمات پیش کرتا، تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم اسلام آباد ہوائی اڈہ پر اس بیم و رجا کے عالم میں اتر رہے تھے کہ اگر ہم کو لینے کے لیے کوئی نہ آیا ہوگا تو ہم کہاں جائیں گے، دن بھر کے تھکے تھکائے رات کہاں اور کیسے کٹے گی، ہم چونکہ حکیم صاحب کے ساتھ اتر رہے تھے اس لیے لوگ اسی عزت و احترام کے ساتھ ہمارے ساتھ بھی پیش آ رہے تھے جس طرح حکیم صاحب کے ساتھ ہم جہاز سے اتر کر حکیم صاحب کے ساتھ وی آئی پی روم میں پہنچے ایرپورٹ کا عملہ حکیم صاحب کے سامان کے ساتھ ہمارا سامان بھی لایا اور ہم اس پریشانی سے بچ گئے۔

حکیم صاحب کے استقبال کے لیے اسلام آباد کے بعض مؤقر حضرات موجود تھے۔ حکیم صاحب نے سب سے پہلے ہم پردیسیوں کی فکر کی، آدمی بھیج کر معلوم کرایا کہ ہم کو لینے کے لیے یونیورسٹی سے کوئی آیا ہے یا نہیں، معلوم ہوا کہ جو لوگ ہمارے انتظار میں تھے وہ لاہور کی اس فلائٹ کو دیکھ کر واپس چلے گئے جس سے ہماری سیٹیں او کے (O.K) تھیں، ہم پریشان ضرور تھے لیکن حکیم صاحب کے ساتھ ہونے کی وجہ سے یہ اطمینان تھا کہ حکیم صاحب کہیں سے رابطہ قائم کر کے ہمارے میزبانوں کو ضرور مطلع فرمائیں گے، ایرپورٹ سے ہم حکیم صاحب کی معیت میں سیدھے اسلام آباد ہوٹل پہنچے یہاں پہنچ کر بھی معلوم ہوا کہ یونیورسٹی کے لوگ ابھی ابھی یہاں سے گئے ہیں۔ حکیم عبد الرحیم اشرف صاحب نے سراپا شرافت بن کر ہمارے میزبانوں سے فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ وائس چانسلر جناب انوار حسین صدیقی صاحب فون پر مل گئے انھوں نے حکیم صاحب سے کہا کہ آپ یونیورسٹی کے حساب میں مہمانوں کو ہوٹل میں ٹھہرا دیں صبح ان کو لینے کے لیے ہم گاڑی بھیج دیں گے۔ اب جا کے جان میں جان آئی اور دل کو تسلی ہوئی کہ رات آرام سے گذرے گی۔ ریسپشن سے ہم مڑے تو نیچے ہال میں مشہور ماہر قانون اسلامی ڈاکٹر معروف الدوالیبی نظر آئے ڈاکٹر صاحب سے ہمارا پہلا غائبانہ تعارف تو اس وقت ہوا تھا جب ہم دار العلوم ندوۃ العلماء میں درجہ ششم کے طالب علم کی حیثیت سے اصول فقہ پر ان کی کتاب "المدخل" پڑھ رہے تھے اور پہلی ملاقات ریاض سعودی عربیہ کے ریاض انٹرکانٹی نینٹل ہوٹل میں اس وقت ہوئی جب ہم ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین صاحب قریشی کے ساتھ ندوۃ الشباب العالم الاسلامی کے جلسہ میں شرکت کے لیے ریاض پہنچے تھے اور ڈاکٹر دوالیبی صاحب شباب اسلام کو خطاب کرنے کے لیے آئے تھے، آج کی ملاقات دوسری اور قدرے تفصیلی ملاقات تھی، ڈاکٹر ان مجلسی گفتگو میں سود کے مسئلہ پر نہایت فاضلانہ اور مدلل گفتگو کر رہے تھے میں تقریر سنتے ہوئے اس فکر میں گم تھا کہ میرے اللہ ماہرین اسلامیات کی تو کمی نہیں مگر ان لازوال اسلامی اصولوں پر عمل کیوں نہیں ہوتا جلسوں اور کانفرنسوں کی بھرمار ہے مگر اسلامی اقدار ہیں کہ خود اسلامی ملکوں سے غائب ہیں کاش ہمارے سربراہان مملکت ان اصولوں کو عملی جامہ پہنانے کی فکر کرتے رات کو ساڑھے گیارہ بجنے والے تھے تکان اور نیند سے آنکھیں بند ہو جاتی تھیں اور ڈاکٹر صاحب کی تقریر تھی ختم ہی نہیں ہوتی تھی۔ عرب تو یوں بھی قوت گویائی میں بڑھے ہوئے ہیں۔ پھر دوالیبی صاحب جیسا فاضل ہو تو کیا کہنا۔ یا اللہ یہ گفتگو ختم ہو اور آرام کا موقع ملے، خدا خدا کر کے ڈاکٹر صاحب نے سلسلۂ کلام بند کیا اور ہم اپنے کمرے میں پہنچے برادرم ابو سبحان صاحب نے پہلا کام یہ کیا کہ کتابوں کا بنڈل کھول کر جو کتابیں حکیم صاحب کو پہنچانی تھیں ان کو الگ کیا کہ صبح جلدی نکلنا ہوگا اور اسی وقت کتابیں حکیم صاحب کو ان کے کمرے میں پہنچا دی گئیں آج جا کے اُن سے بھلا ہوا۔ وہ بھی فلائٹ کا چھوٹ جانا بڑا ناگوار ہوا تھا لیکن اگر یہ نہ ہوتا تو نہ حکیم صاحب سے ملاقات ہوتی نہ ان کو یہ کتابیں پہنچانا ممکن ہوتا۔ اب رات کے ساڑھے ۱۲ بج چکے تھے رات کا کھانا ابھی تک نہ کھایا تھا اور اب ساڑھے ۱۲ بجے کیا کھاتے، مختصر غذا کے بعد نماز عشاء ادا کی اور سو گئے، یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ہوٹل کے ہر کمرہ میں میز پر قبلہ بتانے کے اشارے لگے ہوئے ہیں، صبح کو نماز فجر اور صبح کی چائے ناشتہ سے فارغ ہو کر حکیم صاحب کے کمرہ میں پہنچے تو وہاں ریٹائرڈ چیف جسٹس مسٹر محمد افضل چیمہ صاحب موجود تھے جب حکیم صاحب نے ہم لوگوں کا تعارف کرایا تو جسٹس صاحب بڑے تپاک سے ملے اپنا پتہ اور فون نمبر دیتے ہوئے فرمایا جس وقت ضرورت ہو فون کر دیں گے ہم آپ کا ہر طرح تعاون کروں گا یہ ساری برکت تھی مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کی اور ان سے نسبت و تعلق کی۔

حکیم صاحب اور افضل صاحب کو کسی میٹنگ میں جانا تھا چلے گئے۔ آٹھ بجے کے قریب ہم کو لینے کے لیے گاڑی آ گئی اور ہم یونیورسٹی پہنچے جو فیصل مسجد سے ملی ہوئی اس کوہ میں قائم ہے یونیورسٹی کے سائبان میں گاڑی رکی تو کچھ اساتذہ استقبال کے لیے بڑھے اور ایرپورٹ پر ملاقات نہ ہونے کا افسوس ظاہر کیا تھوڑی دیر ہم یونیورسٹی کے کچھ ہال میں جو بہت خوبصورت زینہ نما جدید انداز کا بنا ہوا ہے بیٹھے گول دائرہ کی شکل میں کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ سامنے اسٹیج سا بنا ہوا ہے ہم تو اس خیال و تصور میں پہنچے تھے کہ اب سفر ختم ہوا مگر وہاں معلوم ہوا کہ نہیں یہاں سے اسی کلومیٹر دور اکبر یہ خانسپور جانا ہے جو کوہ مری سے بھی آگے سرسبز و شاداب ٹھنڈی اور پر بہار پہاڑی پر واقع ہے۔ وہاں گرم کپڑوں کی بھی ضرورت پڑے گی جس کی بذریعہ خط اطلاع کر دی گئی تھی مگر خط ہم لوگوں کو ملا نہیں تھا لہذا ہم کو ہدایت کی گئی کہ اکبر یہ سے گذریں تو وہاں سوئٹر وغیرہ خرید لیں۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: سوال و جواب

س ۱:۔ کیا مصافحہ حدیث سے ثابت ہے؟

ج:۔ ہاں مصافحہ حدیث سے ثابت ہے اور حدیث میں اس کی بڑی فضیلت وارد ہے۔ مامن مسلمین یلتقیان فیتصافحان۔ الخ

س:۔ کیا کھیتوں سے پیدا ہونے والے اناج کی طرح پھلوں پر عشر لاگو ہوتا ہے؟

ج:۔ ہاں کھیتوں سے پیدا ہونے والے اناج کی طرح پھلوں پر بھی عشر لاگو ہوتا ہے۔

س:۔ تجارتی بنیاد پر پھولوں کی کاشت ہو تو کیا حکم ہے؟

ج:۔ اگر تجارتی بنیاد پر پھولوں کی کاشت ہوگی تو عشر لاگو ہوگا اور اگر شوقیہ ہو تو عشر نہیں لاگو ہوگا۔

س:۔ لکڑی اور بانس کی بھی زراعت کی جانے لگی ہے اس پر بھی عشر ہے یا نہیں جنس دینی ہوگی یا قیمت؟

ج:۔ اگر لکڑی اور بانس کی زراعت کی جاتی ہے تو اس پر بھی عشر ہوگا، جنس دے یا اس کی قیمت اختیار ہے۔

س:۔ گھر میں تنہا نماز پڑھے تو اقامت کہے یا نہیں؟

ج:۔ گھر میں منفرد کے لیے محلہ کی اقامت کافی ہے پھر بھی اقامت کہہ لے تو بہتر ہے۔

س:۔ نماز جنازہ کے خاطر نفل نماز توڑ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:۔ نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو نماز میں شامل ہونے کی غرض سے نفل نماز توڑ سکتے ہیں مگر بعد میں نفل نماز کی قضا کرنا لازم ہے۔

عالمِ اسلام

محمود الازہار ندوی

چاند مل چوپڑا کی احادیث کے خلاف پٹیشن خارج

تقریباً دو سال پہلے چاند مل چوپڑا نے کلکتہ ہائی کورٹ میں قرآن شریف کے خلاف رٹ پٹیشن داخل کر کے اس مقدس اور عظیم کتاب پر پابندی کا مطالبہ کیا تھا جسٹس پدما کھستگیر نے اس پٹیشن کو بحث کیلئے منظور بھی کر لیا تھا۔ لیکن پھر حالات نے کچھ پلٹا کھایا اور یہ مقدمہ مسز پدما کھستگیر کی عدالت سے جسٹس بساک کی عدالت میں منتقل ہو گیا جس کو فاضل جج نے ایک مخصوص فرقہ کی دل آزاری اور اشتعال انگیزی قرار دیکر خارج کر دیا تھا لیکن چاند مل چوپڑا اپنی فطرت سے مجبور نظر آتا ہے اور چین سے بیٹھنے کے لیے تیار نہیں ہے، اس نے ایک طرف تو جسٹس بساک کے فیصلہ کے خلاف کلکتہ ہائی کورٹ ہی کی ڈویژن بنچ میں اپیل دائر کر دی ہے۔ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح ترین احادیث پر مشتمل دو کتابوں بخاری اور مسلم کے خلاف بھی پابندی عائد کرنے کے لئے رٹ پٹیشن داخل کر دی۔

اطلاعات کے مطابق کلکتہ ہائی کورٹ کے فاضل جج جسٹس بھگوتی پرشاد بنرجی نے اس اشتعال انگیز اور دل آزار رٹ پٹیشن پر ۲۱ر اگست کو سرسری سماعت کے بعد اپنا فیصلہ صادر کرتے ہوئے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ "میری رائے میں مدعی کی درخواست بدنیتی پر مبنی ہے کیوں کہ دستور ہند کی دفعہ ۲۵ (الف) ہر شخص کو ضمیر کی آزادی کی ضمانت دیتی ہے اور ہر شخص کو اپنے مذہبی عقیدہ پر قائم رہنے اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ و تشہیر کا حق عطا کرتی ہے۔ دستور ہند کی دفعہ ۲۵ کے تحت دیا جانے والا یہ اختیار ان بنیادی حقوق میں سے ایک ہے جس کی ملک کے تمام شہریوں کو ضمانت دی گئی ہے۔ فاضل جج نے اپنے فیصلہ میں ایک طرف تو واضح طور پر صحیحین شریفین یعنی بخاری اور مسلم کو مذہبی کتابوں تسلیم کیا ہے اور مسلمانوں سمیت ملک کے تمام شہریوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ و تشہیر کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ دوسری طرف مسٹر چوپڑا کے اس مطالبہ کو مسترد کر دیا ہے کہ نعوذ باللہ حدیثیں قتل و غارت گری اور عصمت دری کا درس دیتی ہیں اس لئے ان کی طباعت واشاعت پر پابندی عائد کی جائے۔

چاند مل چوپڑا نے گزشتہ ۱۰ اگست کو حکومت مغربی بنگال کے داخلہ سکریٹری کے نام درخواست لکھ کر مطالبہ کیا تھا کہ حکومت مغربی بنگال ۱۰ دن کے اندر اندر احادیث نبوی کی طباعت واشاعت پر پابندی عائد کرے۔ اس نے دس دن گزر جانے کے بعد کلکتہ ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن داخل کر دیا لیکن فاضل جسٹس نے اس کی پٹیشن کو مسترد کرتے ہوئے لکھا کہ میری رائے میں جن کتابوں (بخاری ومسلم) کے تعلق سے مقدمہ دائر کیا گیا ہے وہ مذہبی کتابیں ہیں اور ہمارے دستور کے مطابق ہر شہری کو بشمول اس فرقہ کے افراد مسلمانوں کے جن کی مذہبی کتابوں کے تعلق سے مقدمہ دائر کیا گیا ہے اپنے مذہب پر عمل اور اس کی تبلیغ و تشہیر کا استحقاق ہے انہوں نے مزید لکھا ہے کہ میری رائے میں مغربی بنگال کے حکومت کو مدعی کی درخواست پر کوئی کارروائی کرنے کا اختیار نہیں ہے نیز یہ عدالت بھی دو اسباب کی بنیاد پر اس معاملہ میں مداخلت کی مجاز نہیں ہے اول اس معاملہ میں اس کی قانونی پابندی، دوم مذہب کے معاملہ میں عدالت کو کبھی بھی مداخلت نہیں کرنی چاہئے

فاضل جسٹس بھگوتی پرشاد بنرجی نے اپنے فیصلہ کا اختتام اس انداز سے کیا ہے "ناقابل اعتنا ہونے کی وجہ سے مدعی کی عرضی سرسری طور سے مسترد کی جاتی ہے اور میری رائے میں مدعی نے عدالت سے رجوع کرنے میں بدنیتی کا مظاہرہ کیا ہے، چنانچہ مدعی کی درخواست ہرجانہ کے ساتھ خارج کی جاتی ہے ہرجانہ کی رقم کا تعین بحیثیت (دھمکی) ہے جسے مدعی حکومت مغربی بنگال کو ادا کرے گا۔ پولیس نے چاند مل چوپڑا کی حفاظت کیلئے زبردست انتظامات کر کے تو اور اہم ترین شخصیت کی طرح اس کو خصوصی تحفظ فراہم کر رکھا تھا اور ریاستی حکومت کی طرف سے عدالت میں اسکی مخالفت کے لئے پولس کے سیکڑوں افسر اور جوان تعینات تھے عدالت کے فیصلہ کے بعد اسی پولس کی اسپیشل برانچ نے اس کو اس کے گھر کی بجائے تعزیرات ہند کی دفعات ۱۲۰ بی، ۱۵۳ اے ۲۹۵ اے اور ۵۰۵ کے تحت حراست میں لے لیا اور ایڈیشنل چیف میٹرو پولیٹن مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا جہاں فاضل مجسٹریٹ نے اس کی درخواست ضمانت مسترد کرتے ہوئے پولیس کی حراست میں رکھنے کا حکم جاری کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ اتفاق سے جسٹس بساک کے فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ ڈویژن بنچ میں دائر اسکی اپیل کی سماعت کا نمبر بھی اسی دن یعنی ۲۱ر اگست کو ہی آگیا اور جسٹس دیپک کمار سین اور جسٹس شیامل کمار سین پر مشتمل ڈویژن بنچ نے اس اپیل پر سماعت کرنا چاہی لیکن حکومت مغربی بنگال کی طرف سے کوئی وکالت کرنے والا موجود نہ ہونے کی وجہ سے بنچ نے سماعت ملتوی کر دی اور آئندہ ۲۰ر اکتوبر ۸۷ء کی تاریخ سماعت کیلئے مقرر کر دی ہے خیال کیا جاتا ہے کہ اگر حکومت مغربی بنگال نے اپنا کوئی وکیل عدالت میں سماعت کیلئے متعین کر دیا ہوتا تو اپیل اسی دن خارج ہو گئی ہوتی

بڑی طاقتوں کے مابین ایران کی تقسیم کا منصوبہ

قاہرہ، مصر سے شائع ہونے والے اخبار "الاخبار" نے ۲۴ر اگست ۸۷ء کی اشاعت میں کویت کے اخبار السیاسیہ کے حوالہ سے یہ خبر شائع کی ہے کہ خلیج کی جنگ کو بند کرنے کیلئے سلامتی کونسل کی پیش کردہ قرار داد کو اگر ایران نے تسلیم نہ کیا تو پانچوں بڑی طاقتیں اس بات پر متفق ہو گئی ہیں کہ خمینی حکومت کو گرا دیا جائے اور ایرانی سرزمین کو مختلف جغرافیائی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائے

مذکورہ باتوں کا تذکرہ اخبار کے چیف ایڈیٹر احمد جار اللہ کے مضمون میں آیا ہے تقسیم کا منصوبہ اس طور پر ہے کہ مشرقی ایران جو روس سے قریب اور افغانی سرحدوں سے متصل ہے روس کو دے دیا جائے اور اہواز کا علاقہ جہاں کی اکثریت عربی النژاد ہے عربوں کو دے دیا جائے۔

احمد جار اللہ نے اپنے مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ بڑی طاقتوں اور بعض عرب قیادتوں کے مابین ان علاقوں کی آزادی اور علیحدگی پر مکمل اتفاق ہے

مسلم سائنسداں کی حیرت انگیز ایجاد

کویت یونیورسیٹی کے مایہ ناز استاد ڈاکٹر جاسم الحسن کو سوئیڈن کی رائل سوسائٹی نے اپنا بطور ممبر منتخب کر لیا ہے یہ سوسائٹی ۱۹۸۶ء کے لئے کیمسٹری میں نوبل انعام دینے کا فیصلہ کرے گی ڈاکٹر جاسم نے ایک حیرت انگیز ایجاد بائیوکیمسٹری کے شعبہ میں کی ہے انہوں نے ایک نئی دریافت کی ہے جو فوری طور پر زخموں سے رستا خون بند کر دیتی ہے اور سرعت سے زخم ٹھیک ہو جاتا ہے یہ دوا اچانک دریافت ہوئی جب بائیوکیمسٹری شعبہ کویت یونیورسیٹی کے چیف ڈاکٹر جاسم الحسن گلف کے پانی پر تحقیق کر رہے تھے۔ ایک دفعہ وہ اچانک زخمی ہو گئے اور زخم سے خون جاری ہو گیا حادثاتی طور پر انہوں نے کسی زہریلے مادہ کو چھوا اور خون کا اخراج فوری بند ہو گیا اور منٹوں میں زخم بھی صحیح ہو گیا انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ انہوں نے یہ مواد کیٹ فش سے حاصل کیا تھا۔ جو دوائی لیبارٹری میں تیار کرائی گئی ہے اس میں پروٹین ہے جو کیٹ فش سے حاصل کی گئی تھی شامل ہے انہوں نے بتایا کہ کیٹ فش اپنے ڈنک سے زہریلہ مادہ اور جلد سے جیلی کی طرح کا مواد خارج کرتی ہے جیلی کے خون پر فوراً اثر ہوتا ہے یہ جیلی مختلف قسم کے تین طرح کے اثر زخم پر کرتی ہے جس سے فوری خون کی بندش ہو جاتی ہے اور زخم جلد بھر جاتا ہے انہوں نے بتایا کہ کویت یونیورسیٹی اور کویت فاؤنڈیشن برائے سائنسی ترقی نے اس پروجیکٹ کو ۱۹۷۹ء میں مالی طور پر سہارا دیا تاکہ فوری طور پر اس تحقیق سے اہم نتیجہ اخذ کیا جا سکے اس تحقیقاتی میں جس کے وہ چیف تھے بیس دوسرے ماہر اور پروفیسر شامل ہیں جن کا تعلق کویت یونیورسیٹی، لندن یونیورسٹی اور کیلیفورنیا یونیورسٹی اور میلیر میڈیکل کالج آف ہوسٹن ٹیکساس سے ہے ڈاکٹر جاسم کی تحقیق اور دریافت کو مد نظر رکھ کر کہا جا رہا ہے ان کو بھی مشہور زمانہ نوبل انعام کیلئے نامزد کیا جا سکتا ہے۔

جنگ خلیج میں ترکی کی ثالثی کے امکانات روشن ترگت اوزال دونوں برسر پیکار ممالک کا اعتماد حاصل کر چکا ہے = اوزال =

انقرہ ۲۲ر اگست (ڈی۔ بی۔ اے) ترکی کے وزیر اعظم ترغت اوزال نے کل یہاں کہا

بقیہ: صـ ۹ پر

سوال جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ کیا جنازہ کے ساتھ جاتے ہوئے آواز بلند کرنے کی ممانعت ہے؟

ج:۔ ہاں، جنازہ کے ساتھ جاتے ہوئے آواز بلند کرنے کی ممانعت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنازہ کے ساتھ نہ آگ جانی چاہیے نہ آواز۔

(احمد ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کسی ایسے جنازہ کے ساتھ جانے سے منع فرمایا ہے جس میں شور ہو۔

(احمد ابن ماجہ)

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ نبیؐ کے صحابہؓ تین موقعوں پر آواز کو پست رکھنا پسند فرماتے تھے ایک جنازہ کے وقت دوسرے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت تیسرے جنگ کے وقت، در مختار میں ہے جنازہ کے ساتھ جو لوگ ہوں ان کے لیے کوئی دعا یا ذکر با آواز بلند پڑھنا مکروہ ہے۔

س:۔ کیا سجدہ کرتے وقت زمین کو صاف کرنے کے لیے پھونک مارنا درست ہے؟

ج:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے کسوف کی نماز میں سجدہ کے وقت جگہ کو صاف کرنے کے لیے پھونک ماری۔

(احمد ابوداؤد)

مذکورہ روایت سے سجدہ کے وقت زمین کو صاف کرنے کے لیے پھونک مارنے کا جواز ثابت ہوتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ پھونک نہ ماری جائے۔ کیونکہ حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک لڑکے نے (جس کا نام یسار تھا) نماز میں پھونک ماری اس سے نبیؐ نے فرمایا اللہ کے لیے اپنے چہرہ کو خاک آلود کرو۔

(مسند امام احمد)

س:۔ کیا سنت موکدہ پڑھنے کے بعد فرض پڑھنے سے پہلے کوئی دنیوی باتوں میں مشغول رہے تو ثواب میں کمی آجائے گی؟

ج:۔ ہاں ثواب کم ہو جاتا ہے بلکہ بعض فقہا کے نزدیک سنت و فرض کے درمیان دنیوی باتوں میں مشغول رہنے سے سنت باطل ہو جاتی ہے لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ سنت کا بطلان نہیں ہوتا بلکہ ثواب کم ہو جاتا ہے۔

در مختار میں ہے ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطھا ولکن ینقص ثوابھا۔ وقیل یسقطھا ج ۱ صـ ۶۳۶

بقیہ: صـ ۱۱ پر

بقیہ: حج میں فسق وجدال

کیا سعودی حکومت اور اس کے ذمہ داروں کے خلاف اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرنے کے لیے حج کا پرامن ماحول ہی کا انتخاب کرنا تھا؟

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ تمام اسلامی ممالک نے ایرانی جارحیت کی مذمت کی ہے، استثنا اگر ہے تو وہ صرف لیبیا کے کرنل معمر القذافی کا، جن کا عرصہ سے شیوہ رہا ہے کہ مسلم حکمرانوں کی مخالفت کریں۔ وہ تو ہر جگہ اپنا نام نہاد سبز انقلاب لانا چاہتے ہیں، وہ ہر ملک میں اپنی قیادت کا خواب دیکھتے رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دنیا کہ تمام تخریب پسند عناصر سے ان کا ربط رہتا ہے، چنانچہ یہاں بھی انھوں نے ایرانی ہنگامہ پروری کا ساتھ دیا ہے، لیکن اس ہنگامہ پروری سے ایرانیوں کے حصہ میں سوائے نقصان کے کچھ نہیں آیا، کیونکہ نہ دوستوں نے ہی ان کی تائید کی اور نہ دشمنوں ہی نے ہنوائی کی اور نہ اس پروپیگنڈے کا کچھ حاصل ہوا، اب ایرانی انقلاب کے قائدین کو چاہیے کہ وہ ٹھنڈے دل سے اپنی اس غلط سیاست کا جائزہ لیں اور صدق دل کے ساتھ اپنے عمل کا محاسبہ کریں، کس قدر اچھی بات ہوتی کہ ایران اسلامی ممالک کے ساتھ اخوت و بھائی چارگی کا رویہ اپناتا، اپنی برادری کے افراد سے کشمکش و عداوت مفید اور پسندیدہ امر نہیں، اور نہ اس سے کچھ حاصل ہی ہے آج مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق اور اخوت و بھائی چارگی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، مقصد نعروں اور شور و شغب کے ذریعہ نہیں بلکہ نعرہ بازی کا طریقہ چھوڑ کر ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ●●

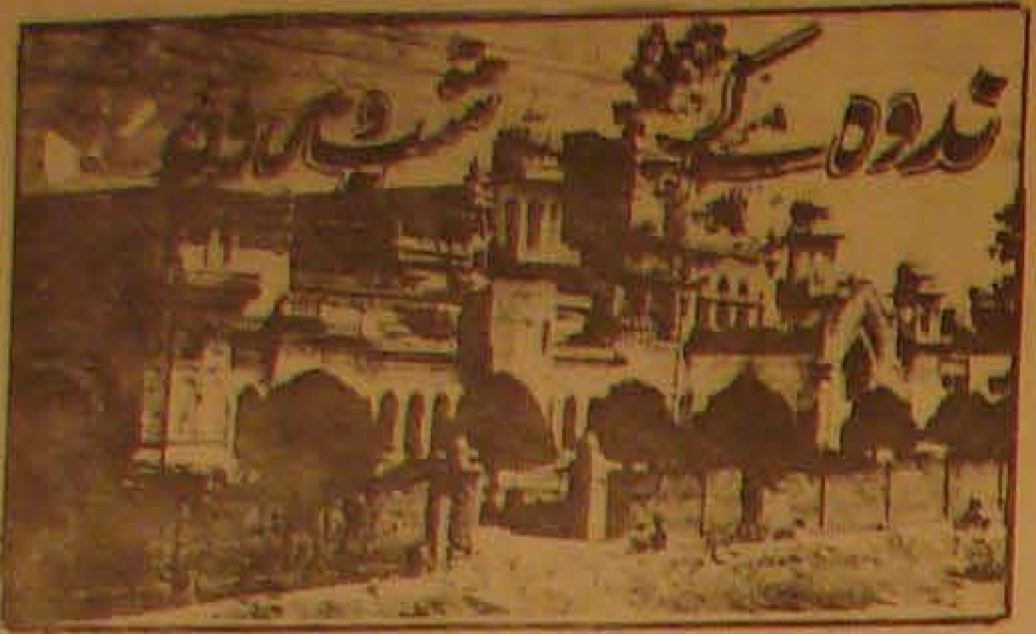

عید الاضحیٰ کی مختصر سی تعطیل کے بعد دار العلوم کی تعلیمی سرگرمیاں زور و شور کے ساتھ شروع ہو گئیں ندوۃ العلماء کے ادبی، تعلیمی اور ثقافتی پروگراموں نے النادی العربی، بزم خطابت و بزم سلیمانی، بزم ثقافت و بزم صحافت اور دیگر تمام بزموں کو اپنے جلووں سے کرانی منزل کی طرف قدم بڑھایا، کلیۃ الشریعہ نے تفسیر کے انعامی مقابلہ کا اعلان کر کے طلبہ کے ذوق تحقیق کو ابھارا، جمعیۃ الاصلاح نے مناقشہ کا اعلان کر کے مقررین کو داد خطابت دینے کی دعوت دی، مدینہ منورہ یونیورسٹی کے استاذ زائر (VISITING PROFESAR) شیخ غفیان اور ان کے رفیق کی تشریف آوری نے طلبہ کو شوق طلب کو گرمایا اور پھر کلیۃ الشریعہ کے ماہانہ مجلس مذاکرہ میں مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی کے تحقیقی مقالے نے تو ہر دل میں شوق جستجو پیدا کر دیا۔ یہ ہیں احاطہ دار العلوم کے نشاطات جن کو ہم اس ماہ کے شب و روز میں پیش کر رہے ہیں۔

بزم ثقافت جمعیۃ الاصلاح کے تحت ایک اہم شعبہ ہے جس کے تحت ہر ماہ ایک ثقافتی پروگرام ہوتا ہے، نیز بزم کے کچھ اراکین ہوتے ہیں جو طلبہ دار العلوم کی تہذیب و ثقافت اور اخلاق و کردار کی نگرانی کرتے ہیں۔ ۱۵ر اگست کو بزم ثقافت کے تحت جمعیۃ الاصلاح میں ایک پروگرام ہوا جس میں کچھ طلبہ نے مقالے پڑھے اور کچھ نے اس موقع کے مطابق نظمیں پڑھیں پھر آخر میں مولانا سلمان صاحب ندوی نے "آزادی کی تحریک اور اس میں مسلمانوں کا کردار" کے موضوع پر ایک مفصل اور مدلل تقریر کی جس میں آپ نے یہ بتایا کہ آزادی کی لڑائی میں ہم نے کس طرح حصہ لیا ہے۔ ملک کی تعمیر میں ہم نے پورا حصہ لیا ہے ہر وقت میں ملک کے کام آئے ہیں۔

مدینہ یونیورسٹی کے استاذ حدیث شیخ غفیان کی تشریف آوری نے فضا کو خوشگوار بنا دیا، موصوف کا قیام ندوہ میں تقریباً ایک ماہ رہا، اس دوران دراسات علیا میں آپ حدیث کا درس دیتے رہے، آپ کا طرز تدریس نہایت عمدہ موثر، دلکش و دلنشین تھا، آپ سب سے پہلے مختصر الفاظ میں حدیث کا منشاء و مفہوم بیان فرماتے اس کے بعد مستنبط مسائل سے بحث کرتے۔ توحید کے اثبات اور شرک و بدعت کی شناعت و مذمت شد و مد کے ساتھ فرماتے۔ طلبہ کے ہر قسم کے سوالات کو سنتے اور تشفی بخش جواب دیتے، اس کے علاوہ کئی عمومی جلسوں میں بھی آپ کی تقریریں ہوئیں۔

۲ر محرم الحرام کو مولانا سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی مدظلہ نے جمعیۃ الاصلاح میں بعد نماز مغرب عرب کے نامور استاذ جناب ڈاکٹر تقی الدین ہلالیؒ کی شخصیت و سوانح اور ان کی ادبی و دینی خدمات پر تقریر فرمائی، چونکہ آپ ڈاکٹر صاحب کے شاگرد خاص رہ چکے تھے، اور عراق میں ان کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کی تھی اس لیے ڈاکٹر صاحب کے بارے میں آپ کی معلومات مستند ہیں۔ چنانچہ آپ نے شیخ کی زندگی پر تفصیل سے روشنی ڈال کر حق شاگردی ادا کیا۔

ذی الحجہ کے دوسرے عشرہ میں کلیۃ الشریعہ کی ماہانہ مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی، جس میں مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی استاذ کلیۃ الشریعہ نے مسئلہ قضاء (امارت شرعیہ) کے موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ پیش کیا لیکن وقت اس قدر تنگ اور موضوع اتنا وسیع تھا کہ اس دن مقالہ پورا نہ ہو سکا اس لیے کلیۃ الشریعہ کی دوسری ماہانہ مجلس مذاکرہ جو ۱۵ر محرم الحرام کو منعقد ہوئی۔ مقالہ کا بقیہ حصہ پڑھا گیا، اسی موقع پر کلیۃ الشریعہ کے تفسیر کا انعامی مقابلہ میں شرکت کرنے والوں کے درمیان انعامات تقسیم کیے گئے اس مقابلہ میں تین گروپ تھے۔ علیا، وسطیٰ سفلیٰ، ہر گروپ میں بھی تین انعامات دیے گئے۔

بقیہ: صـ ۸ پر

طلبہ کا صفحہ

ماہ محرم کی اہمیت

محمد رفیق

لیجئے! محرم الحرام کا مہینہ آگیا، ایک ایسا مہینہ جو کہ بہت فضائل و حرمت والا ہے یہ وہی مہینہ ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی، اسی مہینہ میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرعون سے نجات ملی، اسی مہینہ کے عشرے کے دن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس دن اپنے اہل و عیال پر کھانے کی وسعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں سال بھر تک برکت فرماتا ہے، نیز ارشاد فرمایا کہ عشرہ کا روزہ گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے، اسی مہینے سے اسلامی سال کا آغاز بھی ہوتا ہے لہٰذا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو اس مہینے کی وجہ سے اور زیادہ شرف حاصل ہوا نہ کہ محرم کے مہینہ کو حضرت حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے، کیونکہ یہ مہینہ پہلے ہی سے بہت سے فضائل و مناقب کا حامل تھا۔ لیکن ہمارے بعض بھولے بھالے سنی حضرات نے شیعوں کی طرح یہ سمجھ لیا کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے سبب اس مہینے کا مقام بہت بڑھ گیا اسی لیے اس مہینہ میں شیعوں کی دیکھا دیکھی تعزیہ داری جیسا منکر کا عمل شروع کر دیا حالانکہ حضرت حسینؓ کی شہادت کا واقعہ تو ہمیں اعلیٰ درجہ کی توحید کا سبق دیتا تھا مگر افسوس مسلمانوں نے اسے اپنی گمراہی کا ذریعہ بنالیا۔

ہر سال ان دنوں کاغذ، کھپچیوں، ابرک، اور بانس کا ایک ڈھانچہ کھڑا کرتے ہیں جس کا نام تعزیہ رکھ چھوڑا ہے۔ اس دن ہزاروں مردوں اور عورتوں کے جمگھٹے چاروں طرف نظر آتے ہیں۔ نمازیں چاہے نہ پڑھیں، روزہ نہ رکھیں جمعہ، جماعت، عیدین اور حج چاہے نصیب بھی نہ ہوتا ہو۔ مگر محرم کا مجمع فوت نہ ہو، حالانکہ تعزیہ کا حکم نہ تو قرآن مجید میں ہے اور نہ حدیث شریف میں ہے، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا، نہ تابعین نے اور نہ چاروں اماموں میں سے کسی نے اس کے کرنے کا حکم دیا حضرت امام حسینؓ کی شہادت ۶۱ھ میں ہوئی، اس کے انیس برس بعد ۸۰ھ میں امام ابوحنیفہؒ پیدا ہوتے ہیں اور ۱۵۰ھ میں انتقال فرماتے ہیں لیکن نصف صدی سال کی عمر میں کسی محرم میں نہ آپ تعزیہ داری کرتے اور نہ اس کا حکم دیتے ہیں بلکہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۵۲ھ میں تعزیہ داری اور ماتم کا رواج معز الدولہ حاکم عراق کے حکم سے جاری کیا گیا۔ دسویں محرم کو تمام بازار بند کر کے ماتم کرنے کا حکم حکومت کی طرف سے جاری کیا گیا تب سے آج تک یہ رواج ترقی پذیر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"کل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار"

یعنی دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

"أتعبدون ما تنحتون ○"

یعنی کیا تم ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے (بنا تے) ہو"

غور تو کیجئے! کافر پتھر کو تراش کر پوجا کریں تو مشرک کہلائیں اور مسلمان لکڑی کا ڈھانچہ بنا کر عبادت کریں تو پکے مسلمان کہلائیں، کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

دوسری معیوب بات یہ ہے کہ کیا ہم اپنے آباؤ اجداد (جو انتقال فرما چکے ہیں) کی نقل بنا کر اچھلنا کودنا پسند کریں گے! بی بی فاطمہؓ جو شرم و حیا کی پیکر اور تعلیمات اسلام کی مکمل نمونہ تھیں ان کے نام کا علم بنا کر بازار بازار ناچتے کودتے پھرتے ہیں، امام حسینؓ کے سر کو نیزہ پر رکھ کر قاتلان حسین نے ناچا کودا تھا، تو کیا آج کے مسلمان بھی اسی کے مصداق کہلانا چاہتے ہیں۔ جو ایسی ذلیل اور دل آزار حرکتوں کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ افسوس صد افسوس اکثر مسلمانوں نے اپنے کردار کو پست سے پست تر کر لیا ہے اور سیدنا حضرت حسینؓ اور ان کے اہل بیت کی تحقیر اور تذلیل کو اپنا نصب العین بنالیا اور اس طرح محبت حسینؓ و اہل بیت کا دعویٰ کرتے ہیں جو کہ غیر اسلامی فعل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين ○ (سورہ آل عمران)

"یعنی جو بھی اسلام کے سوا کوئی اور طریقہ اختیار کرے گا اس کو قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

چنانچہ ہندوستان میں یہ بدعت امیر تیمور لنگ (جو مذہباً شیعہ تھا) کے زمانہ ۸۰۱ھ سے شروع ہوئی اور ۹۶۲ھ میں ہمایوں بادشاہ نے بیرم خاں کو بھیج کر ۴۶ تولہ کا زمرد کا تعزیہ ہندوستان میں منگوایا یہ ہے پہلا تعزیہ جو ہندوستان میں آیا، پھر یہ رسم چل پڑی اور شیعوں کی اس تعزیہ پرستی میں بھولے بھالے سنی حضرات بھی پھنس گئے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر امام حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے اس دن کو غم و الم کا دن تصور کیا جائے تو پیر کا دن اس سے بھی زیادہ غم کرنے کا دن ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اسی دن ہوئی ہے اور اسی روز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات پائی ہے (غنیۃ الطالبین ص۴۵۳)

محدث علامہ محمد طاہرؒ فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام نے تحقیق کے ساتھ لکھا ہے کہ ہر سال سیدنا امام حسینؓ کا ماتم کرنے میں آنا مکروہ تحریمی ہے (یعنی حرام کے نزدیک ہے) (مجمع البحار حصہ تیسرا ص۵۵)

محدث علامہ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ:۔

خبردار! خبردار عاشورہ کے دن رافضیوں کی بدعتوں میں ہرگز مشغول نہ ہونا جیسا کہ مرثیہ خوانی، چلانا، ماتم کرنا، یہ سب کام مسلمانوں کے نہیں (صواعق محرقہ ص۱۱۲)

محدث شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اہل سنت کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ عاشورہ کے دن فرقہ روافض کی نکالی ہوئی بدعتیں جیسے مرثیہ اور ماتم اور نوحہ وغیرہ سے بچتا رہے، سبب اس کا یہ ہے کہ یہ سب کام ہم مسلمانوں کے نہیں ہیں (شرح سفر السعادت ص۵۴۳)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ محرم میں تعزیہ بنانا اور بناوٹی قبر بنانا، ان پر منت چڑھانی اور ربیع الثانی (یعنی گیارہویں کے مہینے میں) مہندی روشن کرنا اور اس پر منتیں چڑھانا شرک ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ حصہ اول ص۱۴۷)

ادارۂ رضوان پیش کرتا ہے

خلفائے راشدین نمبر

تاریخ اسلام کا ایک درخشندہ باب:۔

خلفائے راشدین کے عہد ساز کارنامے ○ اسلام کے خلاف سازشوں کی بیخ کنی
تبلیغ اسلام ○ غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک ○ اور اسلامی عسکری و شہری نظام اور دیگر عنوانات پر

ممتاز اہل قلم علمائے محدثین اور تاریخ کے سمندر میں غواصی کرنے والے اہل علم مفکروں اور دانشوروں کے قلم کے شاہکار مضامین کا حسین گلدستہ

انشاء اللہ تعالیٰ

جنوری ۱۹۸۸ء میں منظر عام پر آرہا ہے

فوٹو آفسیٹ کی خوبصورت کتابت و طباعت سے آراستہ یہ خاص نمبر ایک تاریخی دستاویز اور عالم انسانیت کی رہنمائی کے لئے منارۂ نور ہوگا

○

قیمت خلفائے راشدین نمبر: دس روپے۔ سالانہ چندہ پچیس روپے
برائے غیر ممالک ایک سو پچیس روپے ○ نوٹ۔ ۳۱ دسمبر ۸۷ء تک سالانہ خریداری قبول کرنے والوں کو یہ عظیم خاص نمبر اسی سالانہ چندہ میں پیش کر دیا جائے گا۔

○

دفتر ماہنامہ رضوان ۱۲/۵/۲ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸ بھارت

طلبہ کا صفحہ

ماہ محرم اور ہم ایک جائزہ

فیروز اختر

روزِ ازل ہی کو، جب کہ زمین کا سبزہ زار فرش اور آسمان کی نیلگوں چھت تیار ہوئی تھی اور اس میں سورج کا روشن چراغ اور چاند کی خوشنما قندیل جلائی گئی تھی، یہ بات نوشتۂ الٰہی میں لکھ دی گئی کہ صبح و شام کی تبدیلیوں اور شب و روز کے الٹ پھیر سے ہفتہ اور پھر جو مہینہ وجود میں آتا ہے وہ بارہ ہیں، جن میں سے چار مہینے بڑے ہی مبارک و محترم ہیں، چنانچہ خلاق عالم اپنی آخری کتاب کی سورۂ "براءت" میں یوں گویا ہوتا ہے کہ "إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهراً في كتاب الله يوم خلق السماوات والأرض منها أربعة حرم" اللہ کے نزدیک گنتی کے بارہ مہینے ہیں، جن میں سے چار محترم ہیں۔

ذخیرۂ احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطالعہ سے ہویدا ہے کہ یہ چار مہینے یہ ہیں (۱) ذی قعدہ (۲) ذی الحجہ (۳)، محرم (۴)، رجب۔

ان میں سے محرم کا مہینہ بڑا ہی قابل احترام ہے۔ اس کا احترام جاہلیت کے تاریک ترین زمانہ میں بھی باقی تھا، ریگزار عرب کے بدو جو علم سے دور اور عقل سے بیگانہ، وحشیت سے قریب اور جنگ و جدال کے رسیا و دلدادہ تھے وہ بھی ان مہینوں کے احترام میں قتل و قتال، جنگ و جدال، کشت و خون، لوٹ مار اور غارتگری و رہزنی سے باز رہتے تھے (یہی وجہ ہے کہ محرم کے مہینہ کو محرم الحرام کہا جاتا ہے کہ اس میں معرکہ کارزار گرم کرنا اور انسانوں کے خون کی ہولی کھیلنا حرام تھا)

اس مبارک مہینہ کی دسویں تاریخ تو گویا خوبیوں و فضیلتوں کا گلدستہ ہے، کہ اسی دن جنت سے نکالے ہوئے آدم خاکی کی توبہ بارگاہِ رب العالمین میں قبول ہوئی، اسی دن نوحؑ کی کشتی نجات جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی، پیغمبر جلیل موسیٰ کلیم اللہ نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو اسی دن فرعون کے ظالمانہ و جابرانہ شکنجہ اور غلامی کے لرزہ خیز قید و سلاسل سے آزاد کرایا۔ اس دن کی فضیلت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ رمضان کے بعد اسی دن کے روزہ کو افضلیت حاصل ہے، چنانچہ ریاضِ جنت کی بہارِ جاوداں کا آخری نغمہ خواں عندلیب اور مستورِ ازل کے چہرہ زیرِ نقاب کا پہلا بند کشا پیغمبرِ اسلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ "افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم" (مسلم ۱/۳۶۸) (رمضان کے مہینہ کے بعد محرم کے مہینہ کا روزہ افضل ترین روزہ ہے، لہٰذا یہ دن تو وہ دن ہے کہ خدا کا بندہ کمال بندگی کے ساتھ اپنے رب کی محبت و عشق میں سرشار ہو کر اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہمہ تن مشغول ہو جائے، انتہائی عجز و نیاز کے ساتھ اپنی عبادات اور اعمال صالحہ کا نذرانہ اس کے دربار عالی میں پیش کرے، اور روزہ و نماز ذکر و تسبیح کے ذریعہ اس کی خوشنودی و رضامندی کا جویا و طلبگار ہو، لیکن وائے بدبختی و ناکامی اور ہائے افسوس کہ بجائے اس دن کے انوار و برکات سے ہم اپنے قلوب کو منور اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنے پروردگار کو راضی و خوش کریں، ہم خدا و رسول کے غصہ کو بھڑکانے والے اعمال کر کے ان کے غضب و ناراضگی کے مورد قرار پاتے ہیں، کہاں تو یہ ماہ محرم کی فضیلت ہے اور کہاں ہم اس مبارک ماہ میں ایسے بدعات و خرافات کا ارتکاب کرتے جن کا اس دین سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔

تعزیہ داری کی لعنت آمیز بدعت کی نہ صرف ہم زور و شور سے تائید کرتے ہیں بلکہ اس کو رواج دینے میں ہمہ تن کوشاں رہتے ہیں۔ جبکہ اس کا وجود نہ پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں تھا، نہ صحابۂ کرام کے عہد زریں میں اور نہ ہی تابعین کے دور فرخ میں، بلکہ ۳۴۱ھ میں معز الدولہ حاکم عراق نے تعزیہ داری و ماتم کو رواج دیا اور دسویں محرم کو تمام بازار بند کر کے نوحہ و ماتم کا حکم جاری کیا، ہندوستان میں یہ بدعت امیر تیمور کے زمانہ ۸۰۰ھ سے شروع ہوئی اور اب تک چل رہی ہے۔ حالانکہ خدا کا بھیجا ہوا آخری پیغمبر عربی کی زبان وحی ترجمان نے آج سے چودہ سو سال پیشتر ہی ببانگ دہل یہ اعلان کر دیا تھا "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" اور "كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة"

اے توحید کے نام لیواؤ، اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والو! خدارا فیصلہ کرو کہ کافر اگر اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے بت کی پوجا کرے تو کافر، لیکن مسلمان اگر اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے علم و تعزیہ کے سامنے وہی آداب بجالائیں تو مسلمان ہی رہیں۔ سے

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

یاد رکھیے! خدا کی یہ آیت ہر ایک سے خطاب کر کے پوچھتی ہے "أتعبدون ما تنحتون" (کیا تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کو تم نے خود بنالیا ہے) "أم لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ما لم يأذن به الله"

ہمیں خدا کے عذاب سے ڈرنا چاہیے اور اس کے غضب آمیز لعنت اور لعنت آمیز غضب سے ہر وقت خائف و ہراساں اور لرزاں و ترساں رہنا چاہیے۔ خون کے آنسو رونے کا مقام ہے کہ تقدس و نزاہت کی پیکر اور شرم و حیا کی مجسمہ فاطمہ بتول کے نام کا علم بنا کر ہم بازار بازار ناچتے کودتے ہیں، جگر گوشۂ رسولؐ کے سر کو نیزہ پر رکھ کر قاتلان حسینؓ نے ناچا کودا تھا اور خوشیاں منائی تھیں، کیا آج ہم بھی وہی دل آزار و جگر خراش حرکت کر کے ان کے مصداق بننا چاہتے ہیں؟ کیا یہ امام حسینؓ پر ہونے والے حادثۂ جانکاہ و دلسوز کا نمونہ نہیں ہے؟ وائے رے ہماری جہالت و نادانی، کیا ہماری عقل و شعور کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے؟ آج ہمارے گھر کوئی صدمہ یا حادثہ ہو جائے تو ہم ایسی حرکت نہیں کرتے لیکن بزرگوں کے نام کے گریہ تو ہین، بڑے افسوس کی بات ہے۔

آج ہم امام باڑوں کے بنانے کا خوب اہتمام کرتے ہیں، غضب تو یہ ہے کہ اکثر مساجد کے ساتھ امام باڑے بنائے جاتے ہیں، توحید کا دعویٰ کرنے والی قوم کی درخشاں پیشانی پر یہ کلنک کا ٹیکہ اور اس کے صاف و شفاف دامن پر ایک بدنما دھبہ ہے، لہٰذا جتنا جلد ہو سکے وہ اپنے گناہوں کی ندامت و شرمساری کے آنسوؤں سے اس بدنما داغ کو دھونے کی کوشش کرے۔

اس امت کے سر پر "خیر امۃ" کا تاج رکھا گیا، اس کرۂ ارضی پر "إني جاعل في الأرض خليفة" کی رو سے اس کو خدا کا نائب و خلیفہ اور "وتكونوا شهداء على الناس" کے بموجب ساری دنیا کا نگراں و نگہبان بنا کر بھیجا گیا، اس کے بعد اگر وہ اپنے فرائض و ذمہ داریوں کو نظر انداز کر کے ان بدعات و خرافات میں پھنستی ہے تو یقیناً مصائب و آلام سے دوچار، ذلت و رسوائی کا شکار اور ظلم و استبداد کے شکنجہ میں گرفتار ہوگی۔

امت مسلمہ کی فلاح و بہبودی اور کامیابی و کامرانی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ وہ تمام بدعات و خرافات سے توبہ کر کے درگاہِ ایزدی اور بارگاہِ خداوندی میں عجز و نیاز کے ساتھ سر تسلیم خم کرے اور اطاعت و انقیاد کا اعلیٰ نمونہ پیش کرے۔

"يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً" "ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظيماً ○"

نوائے کشتگان

رفیق نعمانی

گہ بدستِ گمرہان کشتہ شویم
گہ بدستِ رہبران کشتہ شویم
گاہ در آسام وگہ در بمبئی
بی خیال و بی گمان کشتہ شویم
گہ مراد آباد، در میرٹھ گہی
گاہ در دیگر مکاں کشتہ شویم
گاہ در دہلی و در گجرات گاہ
زین کراں تا آں کراں کشتہ شویم
گاہ حقیقہ اندرونِ خانہ ہا
وقتِ شب ناگہاں کشتہ شویم
گاہ در بازار ہا، در راہ ہا
بی خبر از خان و مان کشتہ شویم
در مساجد وقتِ سجدہ در نماز
ناگہاں تسبیح خوان کشتہ شویم
روزہ می گیریم و در زندان رویم
پس بغیر آب و نان کشتہ شویم
گہ چو چوبِ خشک سوزانند مان
گہ چو شمع بی زبان کشتہ شویم
وارہیم از دستِ شہریہا اگر
از سلاحِ شرطیان کشتہ شویم
مختصر ایں است، بی جرم و خطا
ہر زمان و ہر مکان کشتہ شویم
ہم چو مورِ زیرِ پا ما از سالہا!
در ہمہ ہندوستان کشتہ شویم
ای خدای اہلِ ایمان تا بہ کی
ما بدستِ کافران کشتہ شویم!